ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۶ ر اپریل سنہ ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

Amjid

ماہِ رمضان

(از جناب محمدؐ یونس صاحب سُرور بجنوری)



پھر سے روزوں کا مہینہ آگیا
ہر طرف رحمت کا بادل چھا گیا

آسماں سے اس طرح برسا ہے نُور
بھاگتا پھرتا ہے شیطاں دُور دُور

تذکرے گھر گھر ہوں اچھے کام کے
ورنہ تُم سب ہو مسلماں نام کے

اس مہینے کی نرالی شان ہے
یہ حبیبِ پاکؐ کا فرمان ہے

اس مہینے میں خُدا نے دوستو
عرش سے نازل کیا قرآن کو

ان دنوں میں نیک کاموں کا ثواب
حق تعالےٰ تم کو دے گا بے حساب

الغرض رمضان کی عظمت سُرور
جاننے کی کیجئے کوشش ضرور

نعت شریف

(از جناب عبد المجید خاں صاحب عاجز فوقی رامپوری)

حُسن کے مرکز۔ نُور کے پیکر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم
شمعِ فروزاں۔ ماہِ منوّر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

فخرِ خلائق شافعِ محشر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم
جانِ مقدّم۔ رُوحِ مؤخّر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

آپؐ کا مسلک عرشِ معلّیٰ۔ آپؐ کی رفعت ارفع و اعلیٰ
آپؐ کا رُتبہ اللہ اکبر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

جانِ شریعت رُوحِ طریقت۔ حاملِ عرفاں نورِ حقیقت
صورت و سیرت خلق سے بہتر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

بعد خُدا ہے نام تمہارا۔ کتنا شیریں کتنا پیارا
عطرِ حلاوت قندِ مکرر۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں یہی حسرت ہے الٰہی۔ آئے جو وقتِ رحلت فوقیؔ
دل میں ہو تیری یاد تو لب پر صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۲۵-رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶-اپریل ۱۹۵۷ء | شمارہ ۵۰

الوداع ماہ رمضان

۱۳۷۶ھ کا رمضان المبارک ہم سے
ت ہو رہا ہے۔ آج اُس کا آخری
المبارک ہے۔ آئیے ذرا سوچیں کہ ہم
ن قدسی مہمان سے کیا سلوک کیا؟
مقامِ خاص پر پہنچ کر ماہِ رمضان
ہ رب العزّت میں ہمارے بارے میں
بیان دے گا؟ ہم میں سے ہر شخص اپنے
بان میں مُنہ ڈال کر سوچ سکتا ہے۔
یہ کون نہیں جانتا کہ ہر عاقل بالغ
اور تندرست مسلمان پر روزہ فرض
لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو افلاطونی
اور بقراطی دماغ کے داعی ہیں۔ لیکن
ان کی عقل کام کرتی اور وہ اس
خداوندی کو سمجھتے ہوئے مستعدی سے
لاتے، پھر ہمارے بالغ نوجوان! جو بالغ
نے کے ساتھ ساتھ اپنی بالغ نظری پر بھی
بیجا فخر کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ
وہ اس دینی فریضہ کے آگے سرنگوں
تے، اگر وہ کرتے تو ان کے پیش رو بھی
خجالت میں غرق ہوتے اور پس آمدگان
دینداری کو اپناتے لیکن ع
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ
پھر ان سے سوال کیا جاتا ہے جنہیں
تعالےٰ نے اس رمضان المبارک میں
کی نعمت عطا فرمائی اور مہینہ بھر اپنے
میں مقیم رہے۔ اللہ نے انہیں سفر کی
عوبت سے محفوظ رکھا۔ سفر بری بلا ہے۔
شہور عربی مقولہ ہے کہ السفر سقر ولو
میلاً۔ لیکن کتنے دُکھ کی بات ہے کہ
تمام سہولتوں کے باوجود بے روزہ رہے
ور اللہ کے احکام کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔
تندرستی ہزار نعمت ہے۔ انسان ذرا سا
بیمار پڑ جائے۔ تندرستی کی ایک ساعت
کو ترستا ہے۔ شریعتِ حقّہ نے رنجور کو مجبور
سمجھ کر روزہ داری سے معذور کر دیا لیکن

صد افسوس کہ تندرست و توانا، لحیم و شحیم روزہ اس واسطے نہ رکھ سکے کہ شاید دُبلے نہ پڑ جائیں اپنی فربہ اندامی کی حفاظت سارا دن چچ پھر کر کرتے رہے۔ اگرچہ ہمارے جسم بالآخر حشرات الارض کے دسترخوان پہ پیش ہوں گے۔

ہمارے اکثر روزہ دار بھوک و پیاس سے زیادہ روزہ کا احترام نہ کر سکے۔ لغویات فضول گوئی جھوٹ، غیبت ہم سے نہ چھوٹ سکی جن حقوق کے ہم غاصب تھے۔ رمضان المبارک کے احترام کے پیشِ نظر ہم حق شناسی پر آمادہ نہ ہوئے۔ روزہ رکھ کر بھی ہم خود کو صحیح طور پر خوشنودی خداوندی کا مستحق نہ بنا سکے۔ رمضان المبارک ہمیں کن الفاظ سے یاد کریگا؟ صبح کو ہمارا ایک ایک آدمی تین تین کا کھانا کھا کر بدمستی میں ایسا مدہوش ہوتا کہ نماز فجر حسرت سے روزہ دار کے سرہانے دیکھتی رات کو قرآن سُننا ہم پر کس قدر گراں ہوتا۔ اُونگھتے رہتے اور اختتام پر مسجد سے یوں بھاگتے جیسے قید سے رہائی پائی ہو۔ کاش ہم فرائض و سُنن سے پوری طرح عہدہ برا ہوتے۔ اور اس ماہ رمضان کو اپنی اُخروی نجات کا سامان بناتے۔

دُعا

اے رب العالمین! ہماری کوتاہیوں پر گرفت نہ کرنا اپنے محبوب حبیب کے صدقے اپنی رحمتوں کا حامل بنانا۔ اے اللہ ہم بہ صمیم قلب دُعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں آئندہ سال ماہِ صیام کی نعمت بخش تاکہ تیرے فضل سے نہ صرف اپنے سابقہ اعمال کی تلافی کر سکیں بلکہ تیری رضامندی تام حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو سکیں۔ آمین یا الہ العالمین

خطبۂ جمعہ

ترتیب کے لحاظ سے اس شمارہ میں ۱۹- اپریل ۱۹۵۷ء کا خطبہ شائع ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن جمعۃ الوداع کا خطبہ چونکہ پہلے تیار ہو گیا تھا۔ اس لئے ہمیں مجبوراً ترتیب بدلنی پڑی۔ اس اشاعت میں جمعۃ الوداع کا خطبہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ۱۹- اپریل ۱۹۵۷ء کا خطبہ انشاء اللہ آئندہ شمارہ پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد پہلی ترتیب انشاء اللہ بحال کر دی جائے گی۔

مجلس ذکر

احباب کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ کہ عید یکم مئی ۱۹۵۷ء کے روز ہو یا ۲-مئی ۱۹۵۷ء کو رمضان المبارک کے بعد پہلی مجلس ذکر انشاء اللہ ۲-مئی ۱۹۵۷ء کے روز منعقد ہو گی۔ ہمیں امید ہے کہ احباب کے لئے عید اس اجتماع میں شمولیت کے راستہ میں حائل نہ ہو گی۔

ضروری اعلان

جو صاحب جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کی مد میں رقم حضرت مولانا احمد علی صاحب کے نام بھیجیں اس میں جمعیۃ العلماء کے نام کی صراحۃ ضروری ہے۔

ایڈیٹر "خدام الدین" لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم جمعۃ الوداع ۲۵-رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ ۲۶-اپریل ۱۹۵۷ء

آج کے اجتماعِ عظیم کی یقینی برکت

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام اور معزز خواتین۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کا آج آخری جمعہ ہے۔ جتنا اجتماع کہ آج ہم بھائی بہنوں کا اس مبارک جمعہ کے دن میں یہاں موجود ہے۔ اس قسم کا اجتماع اگر اللہ تعالےٰ نے زندہ رکھا۔ تو اسی مبارک مہینے کے مبارک جمعوں میں ہو سکے گا۔ یہ واقعہ ہے کہ اس قسم کے اجتماعات میں یقیناً اللہ تعالےٰ کے بعض ایسے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کی بارگاہِ الٰہی میں ایسی مقبولیت ہوتی ہے۔ کہ جب وہ بارگاہ الٰہی میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور اُن کی معیت میں دوسرے مسلمان بھائی جو ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ اُن اللہ کے مقبول بندوں کی برکت سے دوسرے ہاتھ اُٹھانے والوں کی بھی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک اللہ کے مقبول بندے کے جنازے پر ایک کفن چور بھی حاضر تھا۔ اُس نے بھی دوسرے مسلمانوں کی معیت میں نماز جنازہ ادا کی تھی۔ دن کو دفن کرنے کے بعد وہ کفن چور رات کو قبرستان میں آیا۔ اُس میت کی قبر کھود دی۔ کفن میں ہاتھ ڈالا۔ تو ہاتف نے آواز دی۔ کہ کفن چُرانے والا اور جس کا کفن چُرایا جا رہا ہے۔ دونوں ہی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں بخشش حاصل کر چکے ہیں۔ اُس نے ہاتف سے پوچھا۔ کہ کفن چور کی بخشش کیسے ہو گئی۔ جواب ملا۔ اس اللہ کے مقبول بندے کا جنازہ جن لوگوں نے بھی پڑھا ہے اللہ تعالےٰ نے اُن سب لوگوں کو بخش دیا ہے۔ چونکہ تم بھی اس کا جنازہ پڑھنے والوں میں سے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے تمہیں بھی بخش دیا۔ اس اطلاع پر وہ شخص پشیمان ہوا۔ اور اس گناہ سے توبہ کی۔ اسی بنا پر مَیں نے عرض کیا۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے اتنے بڑے اجتماع میں اور وہ اجتماع بھی جمعہ کا ہے۔ جس کی خاصیّتوں میں سے ایک خاصیّت یہ ہے۔ کہ وہ اپنی ہر آمد پر جمعہ پڑھنے والوں کے دس دن کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی برکت سے آج کا یہ اجتماع عظیم ہمارے تمام گزشتہ گناہوں کی معافی کا موجب ہو جائے گا۔

بشرطیکہ

جمعہ کی شرائط کو ملحوظ رکھ کر جمعہ ادا کیا جائے۔ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خطیب جب خطبہ پڑھے تو یوں خیال کیا جائے۔ کہ شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حاضر ہوں اور فرمانِ شہنشاہی سُنانے کے لئے اس شہنشاہِ حقیقی نے اپنے ایک بندے کو مامور فرمایا ہے۔ اُس کے فرمان سُننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں۔ کسی سے بات چیت نہ کریں۔ اور جو احکام سُنائے جائیں۔ اُنہیں لوحِ دل پر لکھتے جائیں۔ اور آمنّا و صدقنا دل سے کہتے جائیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اُن پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے جائیں۔

ع۲ نماز جمعہ ادا کرتے وقت یوں خیال کیا جائے۔ کہ شہنشاہِ حقیقی کے حضور میں حاضر ہوں۔ اور اُس کے دربار میں اپنے گناہوں کی معافی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور آئندہ اپنی دُنیا کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے اس کی رحمت سے حصّہ پانے کا متمنی ہو کر آیا ہوں۔ دُنیا کی حاجتوں کے علاوہ آخرت کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے بھی اُس کی بارگاہ میں استدعا لے کر آیا ہوں۔ حاصل یہ ہے کہ اے میرے رب میری دُنیا بھی سنوار دے۔ اور میری آخرت بھی سنوار دے۔ اس نصب العین کو رکھ کر جو شخص بھی نماز جمعہ ادا کرے مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے یقین ہے کہ وہ اپنے عاجز بندوں کی دُعائیں قبول فرمالے گا۔ مَیں اکثر درس قرآن مجید کے خطبوں میں عرض کیا کرتا ہوں کہ جو رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر آئے گا۔ اللہ تعالےٰ اُسے خالی نہیں اور جو لینے نہیں آئیگا اللہ تعالےٰ اُسے نہیں جائے گا۔

اس تمہید کا نتیجہ

یہ نکلنا چاہیئے۔ کہ مجھے اور آپ کو مذکورہ بالا کو ملحوظ رکھ کر اس مبارک ادا کرنا چاہیئے۔

انسان کے پیدا ہونے کا مقص

برادرانِ اسلام آپ کو معلوم ہے اللہ تبارک تعالےٰ نے اس جہان میں جو بھی پیدا کی ہے۔ اُس کے ذمے کوئی نہ ذمہ داری تجویز فرمائی ہے۔ مثلاً بھیڑ بکر گائے، بھینس، گھوڑا، اُونٹ گدھا وغ کے متعلق آپ غور کریں گے تو آپ کو مع ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی کسی نہ ک خدمت کے لئے ان کو پیدا کیا ہے۔ حتیٰ غور سے دیکھا جائے کہ بلّی بھی انسان ایک ایسی خدمت کرتی ہے۔ جو دوسرا جا نہیں کر سکتا۔ چوہوں سے نجات پانے ذریعہ صرف بلّی ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کی آواز میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ گھر میں بلّی آ جائے اور وہ فقط زور اپنی آواز نکالے۔ تو چوہے یا تو بلوں میں گھ جاتے ہیں۔ یا اپنی جان بچانے کے لئے گھر کو ہی خیرباد کہہ جاتے ہیں۔

اپنے وجود کے اعضا میں غور کر کے دیکھئے

کہ انسان کے ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ ہے۔ جو کام آنکھ کے ذمے ہے وہ ز نہیں کر سکتی۔ اور جو زبان کے ذمے وہ کان نہیں کر سکتے اور جو کان کے ذ ہے وہ ہاتھ نہیں کر سکتے نہیں کر سکتے۔ جو ہاتھ کے ذمے ہے وہ پاؤں نہیں ک جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعا نے کسی چیز کو بیکار نہیں بنایا۔ ہر ا کے ذمے کوئی نہ کوئی ذمہ داری ع

کی ہوئی ہے۔

تو انسان کو اپنی ذات کے متعلق بھی یہ ضرور ہی سوچنا چاہیئے۔ کہ اللہ تبارکؐ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے۔ اس جہان میں میری کیا ذمہ داری ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ہر مشین کے بنانے والا کاریگر ہی بتا سکتا ہے کہ میں نے یہ مشین کس کام کے لئے بنائی ہے۔

اِنسان کی مشینری کا بنانے والا

ایک اللہ جلّ شانہٗ ہے۔ اُس کا اعلان ہے۔ (اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ○ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ○ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○) سورۃ القیامۃ رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا۔ پھر وہ لوتھڑا بنا۔ پھر اللہ نے اسے بنا کر ٹھیک کیا۔ پھر اس سے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔ پھر کیا وہ اللہ مردے زندہ کر دینے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ کے اس اعلان سے ثابت ہُوا کہ انسان کی مشینری کے بنانے والا ایک اللہ تعالےٰ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے انسان کی مشینری کو دُنیا میں کس کام کے لئے بنایا ہے۔ اس سوال کا جواب اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے۔ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ○) سورہ الذّٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے۔ تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔ میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔

لہٰذا ثابت ہُوا کہ انسان دنیا میں فقط اللہ تعالےٰ کی یاد کے لئے پیدا ہُوا ہے۔

ہر چیز کے اچھے یا بُرے ہونے کا معیار

قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی جائے۔ اگر وہ کام اُس سے ہو جائے تو وہ چیز اچھی ہے۔ قابلِ قدر ہے۔ اور اگر وہ کام اُس سے نہ ہو۔ تو وہ بُری ہے۔ بیکار ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس انسان کو بھی اسی قاعدے پر قیاس کرنا چاہیئے کہ جو انسان اللہ تعالےٰ کی بندگی کا حق بجا لائے۔ وہ اچھا ہے۔ قابلِ قدر ہے۔ مقبولِ بارگاہ الٰہی ہے۔ اگرچہ ظاہری صورت کے لحاظ سے خوبصورت نہ ہو۔ مالدار بھی نہ ہو۔ کسی اعلےٰ خاندان کا فرد بھی نہ ہو۔ مگر بندگی کے فرائض کو انجام دیتا ہو۔ تو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول اور محبوب ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں وہ مقبول ہوگا۔ اور اس دربار میں اُسے عزّت ملے گی۔ تو اللہ تعالےٰ کے تمام بندوں کی نظر میں وہ مقبول محبوب اور واجب الاحترام ہوگا۔

مثلاً بلالؓ حبشی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ایسا مقبول اور محبوب تھا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بہشت کی سیر کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپؐ نے دیکھا کہ بلالؓ حبشی جنّت میں پہلے ہی موجود تھا۔ وہ بارگاہِ الٰہی میں اس قدر محبوب ہے۔ کہ باوجودیکہ ابھی وہ دُنیا میں موجود ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُس کا ایک زندہ مجسمہ پہلے ہی بہشت میں بنا کر رکھا ہُوا ہے۔ حالانکہ بلالؓ حبشی حبشہ کا باشندہ تھا۔ ایک کافر کا غلام تھا جسے وہ کافر مسلمان ہونے کے سبب سے بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُس پر رحم کر کے اُس کے آقا سے خرید لیا۔ اور اُسے آزاد کر دیا۔ لہٰذا معلوم ہُوا۔ کہ اُس کی کوئی خاندانی پوزیشن نہیں ہے۔ علاوہ اس کے حبشی ہونے کے لحاظ سے رنگ اُس کا سیاہ بال زلفوں والے نہیں ہیں۔ دانت بڑے بڑے ہاتھ اور پاؤں بڑے بڑے یعنی وہ نازک اندام نہیں ہے۔ بایں ہمہ ہر کلمہ گو کے دل میں اُس کی عزّت ہے۔ احترام ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں مقبول تھا مسجد نبویؐ کا مؤذّن تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کو پیارا تھا۔ (جس کا ثبوت پہلے دیا جا چکا ہے) تو

حاصل یہ نکلا

کہ بلالؓ حبشی کی یہ عزّت اور احترام محض اس لئے مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ کہ وُہ مقصد تخلیق انسانی یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں قابل رشک تھا۔ اس کے بالمقابل

ابولہب کو دیکھئے

خاندانِ نبوّت کا وہ ایک فرد ہے۔ جس کے والد محترم عبدالمطلب قریش کے سردار ہیں اور عرب کے سب سے بڑے پیر ہیں۔ یہ اُس بڑے پیر صاحب کا صاحبزادہ ہے۔ اور اس کے دادا حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور پڑدادا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ان خوبیوں کے علاوہ سورہ لہب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوبصورت بھی ہے۔ اور مالدار بھی ہے۔ عزت اور احترام کے یہ تمام اسباب مہیّا ہونے کے باوجود وہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ کے دربار میں مردود ہے۔ اور اُس وقت سے لے کر قیامت تک آنے والے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں وہ ذلیل خوار اور مردود ہے۔ اور اس ذلت اور رسوائی کا سبب فقط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے عبدیت کے تجویز کردہ نصاب تعلیم یعنی قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ نہ اللہ تعالےٰ کی توحید کا اقرار کرتا تھا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرتا تھا۔ نہ عبدیت کے نظام الاوقات (پروگرام) کو مانتا تھا۔ اس لئے وہ ذلیل و خوار ہے۔ اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں اب بھی۔

عزّت و ذلت کا معیار

وہی ہے جو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ اگر ایک سادہ صورت انسان مفلس اور نادار جس کے کپڑے پھٹے پُرانے ہوں۔ جوتا ٹوٹا ہُوا ہو۔ رہنے کے لئے خس و خاشاک کی جھونپڑی ہو۔ چارپائی کی بجائے چٹائی ہو۔ توشک کی بجائے پھٹی ہوئی گودڑی ہو۔ لحاف کی بجائے ایک دھجیاں لگی ہوئی گودڑی ہو۔ بایں حالات اگر اس کے سینے میں نور توحید ہے۔ خدا تعالےٰ کو وحدہ لاشریک لہٗ مانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیّین مانتا ہے اور قرآن مجید کے احکام کی حسب توفیق تعمیل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ کسی بندۂ خدا کی دل آزاری نہیں کرتا۔ نہ کسی کی حق تلفی کرتا ہے۔ نہ کسی کا مال کھاتا ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں مقبول اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی نظر میں واجب الاحترام ہے۔ اس کے بالمقابل ایک امیرزادی یا امیرزادہ ایک شہزادی اور ایک شہزادہ جو حسن و جمال

ہیں اپنی نظیر آپ ہی ہیں - قیمتی سے قیمتی لباس پہنتے ہیں - کمخواب و اطلس کے توشکوں اور لحافوں میں سوتے ہیں - لاکھوں روپے کے تعمیر کردہ مکانوں میں رہتے ہیں - اُن کے ڈرائنگ روم قیمتی سے قیمتی کرسیوں اور کاؤچوں سے بھرپور ہیں - لیکن اگر اُن کے سینے میں نور توحید نہیں ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق نہیں ہے - قرآن مجید اُن کا دستور العمل نہیں ہے - تو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول بندوں کی نظر میں وہ کُتّے اور سُؤر سے بھی بدتر ہیں - شہنشاہ حقیقی کا قرآن مجید میں یہی اعلان ہے - (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝) سورہ التین پارہ ۳۰

ترجمہ - بیشک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے - پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا ہے - مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے - سو اُن کے لئے تو بے انتہا بدلہ ہے -

عاقل را اشارہ کافی است

برادران اسلام اور معزز خواتین اب میں عقیدت کا ایک اجمالی اور مختصر سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں - تاکہ اس خاکے کو دیکھ کر اگر کوئی کمی ہو - تو اس کی ذہنی طور پر ابھی اصلاح کرلی جائے - تاکہ اس میدان جمعۃ الوداع سے رخصت ہونے سے پہلے میرا اور آپ کا تعلق اللہ تعالےٰ سے درست ہو جائے - اور اپنے نیک ارادوں کی برکت سے اللہ تعالےٰ کو اس میدان سے راضی کرکے واپس جائیں اور اپنے سابقہ گناہوں کی بخشش کا تمغہ حاصل کرکے گھروں کو رخصت ہوں - وما علینا الا البلاغ

عقائد کی درستی

عقیدہ دل کے خیال کا نام ہے - اسلام میں سب سے پہلے انسان کے دل کا تعلق اپنے مولا سے درست رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے - اُن عقائد کا اجمالی خاکہ عرض کرتا ہوں -

عـ۱ اللہ جل شانہٗ کو ذات اور صفات کے لحاظ سے وحدہٗ لاشریک لہٗ مانا جائے -

عـ۲ اللہ تعالےٰ ہی سارے جہان کا خالق (بنانے والا) ہے -

عـ۳ اللہ تعالےٰ ہی سارے جہان کا مالک ہے -

عـ۴ نفع اور نقصان سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کے اختیار میں نہیں ہے -

عـ۵ رزق کی تنگی اور کشادگی فقط اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے -

عـ۶ اولاد کا دینا نہ دینا اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے -

عـ۷ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے -

عـ۸ علم غیب اللہ تعالےٰ ہی کا خاصہ ہے

عـ۹ اللہ تعالےٰ اپنے خزانہ غیب میں سے جسے چاہے اور جتنا چاہے عطا فرمائے -

عـ۱۰ مصیبت کے وقت سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی کام نہیں آسکتا -

عـ۱۱ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی سے دُعا نہ مانگی جائے -

عـ۱۲ ہر چیز کی تقدیر اللہ تعالےٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقائد

عـ۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاءؐ ہیں - (آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں پیدا ہوگا)

عـ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار ہیں -

عـ۳ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کی حمد کا جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا - اور تمام انبیاء علیہم السلام آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہونگے -

عـ۴ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار اقدس سے سب سے پہلے باہر تشریف فرما ہونگے -

عـ۵ قیامت کے دن تمام بنی نوع انسان کا حساب کتاب شروع ہونے کے متعلق فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دربار الٰہی میں جاکر شفاعت فرمائیں گے -

عـ۶ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھلوائیں گے - جب دروازہ کھولنے کے لئے فرمائیں گے - تو بہشت کا دربان کہے گا کہ آپ کون ہیں - آپؐ فرمائیں گے کہ میں محمدؐ ہوں - بہشت کا دربان کہے گا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہی حکم تھا - کہ آپؐ ہی تشریف لائیں تو بہشت کا دروازہ کھولا جائے

عـ۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ میری اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے - جس طرح ایک محل ہو - جس کی تعمیر بہت اچھی طرح سے کی گئی ہو - (اس کی تعمیر میں سے فقط ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو -) اس محل کو دیکھنے والے آکر دیکھتے ہیں - اور اس کی بہترین تعمیر سے تعجب کرتے ہیں - مگر وہ ایک اینٹ کی جگہ (چھوٹی ہوئی) دیکھ کر محسوس کرتے ہیں کہ یہ بھی رکھ دی جاتی تو یہ محل مکمل ہو جاتا) پس میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا ہے - میرے سبب سے محل کی تعمیر مکمل ہوگئی ہے - اور میرے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کی آمد ختم کر دی گئی ہے - اور ایک روایت میں ہے - پس میں ہی وہ اینٹ ہوں - اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں -

ایمان کے معنی

برادران اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے معنی جو ارشاد فرمائے ہیں وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے - اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے - اور اس کی سب کتابوں پر ایمان لائے - اور اس کے سب پیغمبروں پر ایمان لائے - اور قیامت کے دن پر ایمان لائے - اور تقدیر پر ایمان لائے - کہ ہر خیر و شر کا فیصلہ اللہ تعالےٰ ہی سے ہوتا ہے -

حاصل یہ نکلا کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے ان تمام مذکورۃ الصدر چیزوں کو مان لیا جائے -

اسلام کیا چیز ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے - اور تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں - اور تو نماز ادا کرے - اور تو زکوٰۃ دے - اور تو رمضان کے روزے رکھے - بیت اللہ کا حج کرے - اگر تجھے وہاں پہنچنے کی توفیق ہو

نتیجہ

ایمان اور اسلام کی مذکورۃ الصدر بیان شدہ تفصیل سے یہ نتیجہ نکلا - کہ جو شخص دل سے ان چیزوں کو نہیں مانتا - جو ایمان کی تفصیل میں بیان کی گئی ہیں - تو وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہے اور اگر ان چھ چیزوں کو عمل میں نہیں لاتا جو اسلام کی تفصیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں - تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں مسلمان نہیں کہلا سکتا - ایسے شخص کو فاسق کہا جاتا

ہے- فاسق کے معنی بد معاش ہے- اگرچہ اُس کا نام محمد الدین - اللہ دتہ - خدا بخش- ہی کیوں نہ ہو- ہماری پنجابی اصطلاح میں اگرچہ وہ مسلمان کہلاتا ہے- مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اصطلاح وہ مسلمان کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے-

نجات کا مدار

برادرانِ اسلام - یہ یاد رہے کہ نجات کا مدار ایمان اور اسلام ہے - اگر ایک شخص کے دل میں ایمان ہے - مگر عملی طور پر وہ مسلمان نہیں ہے اُس کے متعلق شریعتِ اسلامی میں یہ فیصلہ ہے کہ وُہ اپنی بد اعمالی کے باعث اوّل دوزخ میں جائیگا- اُس کے بعد داخل کر دیا- اور اگر خدانخواستہ اُس کے دل میں ایمان بھی نہیں ہے- تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا - اور ابدالآباد کے لئے اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا- خواہ اُس کا نام اللہ دتہ ، محمد الدین- خدا بخش- عبداللہ جان - عبدالقدوس خاں یا عائشہ بی بی- زینب بی بی - مریم بی بی ہی کیوں نہ ہو- وما علینا الاّ البلاغ -

خلاصہ تعلیم قرآن

قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے -کہ خالق اور مخلوق دونوں سے تعلقات درست رکھے جائیں-اسی عنوان کی ترجمانی مندرجہ ذیل آیات کر رہی ہیں- (۱) وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا

سورہ النساء رکوع ع۶ پارہ ع۵

ترجمہ- اور اللہ کی بندگی کرو- اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو- اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو- اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو- بیشک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا-

(۲) لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

سورہ البقرہ رکوع ۲۲ پارہ ع۲

ترجمہ- یہی نیکی نہیں - کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو - بلکہ نیکی تو یہ ہے- جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے - اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے- اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے- اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں - جب وہ عہد کر لیں - اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنیوالے ہیں- یہی سچے لوگ ہیں- اور یہی پرہیزگار ہیں -

حاصل

مذکورۃ الصدر آیات کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے پرہیزگار بندے اللہ جل شانہٗ اور اس کے بندوں کے جو حقوق اُن کے ذمے ہیں- ان کو اہتمام اور ہمت سے ادا کرتے ہیں- اللھم اجعلنا منھم

روزنامہ آزاد لاہور مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء

ارشاداتِ قائدِ اعظم

(از جاوید آصف

۱- قرآن مجید کی جامعیت کا اعلان
۲- اور پاکستان کے حصول کا مقصد
۳- قرآن کریم مسلمانوں کیلئے ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے

اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو بالکل ہی ناواقف ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے - مذہبی - معاشرتی- دیوانی- معاشی- عدالتی- غرضیکہ ہماری مذہبی رسومات سے لے کر روزمرّہ کی زندگی کے معاملات تک رُوح کی نجات سے جسم کی صحت تک اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق تک اخلاقیات سے جرائم تک دُنیاوی سزاؤں سے لے کر آنے والی زندگی کی جزاو سزا تک کے تمام معاملات پر اس کی عملداری ہے - اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی ہے- کہ ہر شخص اپنے پاس قرآن رکھے - اور خود رہنمائی حاصل کرے- اس لئے اسلام صرف روحانی احکام اور تعلیمات اور مراسم تک ہی محدود نہیں ہے یہ ایک کامل ضابطہ ہے جو معاشرے کو مرتب کرتا ہے- اور اس کے ہر شعبہ زندگی کو اجتماعی اور انفرادی دونوں حیثیتیں ہیں- (ستمبر ۱۹۵۶ء)

پاکستان کا منشا حصول استقلال و آزادی ہی نہیں - بلکہ اسلامی نظریہ حیات اور اُس کا تحفظ تھا- مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی غایت یہ تھی -کہ وہ اپنی ثقافتی اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں- اور ہمارا مذہب ہماری ثقافت اور ہمارے اسلامی آئیڈیل ہی ہماری جد و جہد آزادی کے حقیقی محرک رہے ہیں-

اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو ناواقف محض ہیں- ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کے لئے ہمہ گیر ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے-

وعدہ خلافی کرنا بہت بڑا جرم ہے

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر متفق علیه -

ترجمہ- عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے- کہا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے- چار خصلتیں ہیں- جس میں ہوں- وہ خالص منافق ہوگا- اور جس میں ان میں سے ایک ہو- اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی - یہاں تک کہ اسے چھوڑے - جب امین بنایا جائے - تو خیانت کرے - اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے - اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے - اور جب لڑے تو گالیاں دے -

اس آئینے میں مُنہ دیکھئے

برادرانِ اسلام - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے آئینے میں اپنا مُنہ دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ کے رسولؐ کے دربار میں ہمارا کیا درجہ ہے- ابھی آپ نے نہیں پڑھا ؟ کہ پاکستان کے مطالبہ کے علمبردار ہمارے نمائندے مسٹر جناح مرحوم نے کیا کہا تھا- " مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی غایت یہ تھی - کہ وہ اپنی ثقافتی اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرسکیں-

اور ہمارا مذہب ہماری ثقافت اور ہمارے اسلامی آئیڈیل ہی ہماری جدو جہد آزادی کے حقیقی محرک ہیں۔"

پاکستان کا برسر اقتدار طبقہ مسٹر جناح مرحوم کی تقریر کے آئینہ میں اپنا منہ دیکھے

"ہمارے ملک میں پانچ لعنتیں ہیں جنہیں نہایت سختی سے کچلنے کی ضرورت ہے

از روز نامہ آزاد مورخہ ۲۵- دسمبر ۱۹۵۶ء

پاکستان قانون ساز اسمبلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی پہلی تقریر

۱- ایک حکومت کا سب سے پہلا فرض یہ ہوتا ہے۔ کہ **امن و امان کو برقرار** رکھا جائے۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان اس وقت جن **بدترین لعنتوں میں** گرفتار ہے۔ اُن میں رشوت ستانی[1] اور بد دیانتی[2] خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مَیں نہیں کہتا کہ دُنیا کے دوسرے ممالک اس کا شکار نہیں ہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے۔ کہ ہماری حالت اس معاملہ میں بدتر ہے۔ یہاں ان بُرائیوں کو **نہایت سختی کے ساتھ کچلنے کی ضرورت ہے**۔ مجھے امید ہے کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ ان لعنتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔ چور بازاری[3] ایک دوسری لعنت ہے۔ سوسائٹی کے خلاف اس شدید جرم کا انسداد کرنا آپ کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص چور بازاری کرتا ہے۔ تو میرے خیال میں وہ بڑے سے بڑے اور سنگین جرم سے بھی بدتر جرم کا مرتکب ہے۔ یہ چور بازاری کرنے والے ہوشیار اور عام ذمہ دار افراد معلوم ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں انہیں سخت سے سخت سزا دی جانی چاہئے۔

دوسری بات جو میرے خیال میں آتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اچھی اور بُری دیگر چیزوں کے ساتھ خیانت[4] منصبی اور اقربا نوازی[5] وغیرہ کی لعنتیں بھی ہمارے حصّہ میں آئی ہیں۔ ہمیں ان برائیوں کو بے دردی سے کچل دینا چاہئے۔ مَیں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ خیانت منصبی اقربا نوازی بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ پر اثر ڈلوانے کی کسی کوشش کو مَیں ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔ جہاں مجھے معلوم ہُوا کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے۔ تو پھر کوئی خواہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اُسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔

تقسیم کے متعلق میرے خیال میں اس مسئلہ کا اور کوئی حل نہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ مستقبل کی تاریخ کا فیصلہ بھی اس کے حق میں ہوگا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ عملی تجربہ سے یہ بات واضح ہوتی جائیگی کہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ کا حل سوائے تقسیم کے اور کچھ نہ تھا۔ متحدہ ہند کا تخیل ہرگز قابل عمل نہ تھا۔

صاحبِ اقتدار طبقہ سے سوال

کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ پاکستان میں جن پانچ لعنتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کونسی ختم ہو گئی ہے۔

اگر ہم پاکستان کی اس عظیم مملکت کو خوش حال اور مطمئن بنانا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی تمام توجہ لوگوں کی اور خصوصیت کے ساتھ غریب اور عمومی طبقہ کی بہتری پر مرکوز کرنی پڑے گی۔

آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب یا فرقہ کے عقیدہ سے تعلق رکھیں۔ اس سے کاروبار مملکت کو کوئی سروکار نہیں۔

باشندگان پاکستان کی اخلاقی پستی

پاکستان ٹائمز مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۲ کالم ۲

جرائم کی روز افزوں ترقی

مغربی پاکستان میں جرائم کی تعداد جوکہ صوبائی پولیس چیف نے کل آشکارا کی ہے لوگوں میں ہیجان کا باعث ہوگی۔ یہ سمجھنا آسان ہے کہ مسٹر ایوان (صوبائی پولیس چیف) کے ارشادات مشاہدے اور وثوق سے کہے ہیں۔ کہ گزشتہ چند سالوں میں جرائم کی خوفناک ترقی ہوئی ہے۔ یہ کوئی

غیر مستقل زیادتی نہیں ہے۔ بلکہ مستقل ترقی ہے جو روز بروز بڑھ رہی ہے۔ جبکہ

۱۹۵۰ء میں جرائم کی تعداد ۴۵۴۲۹ اور ۱۹۵۷ء میں ۶۹۰۰۰ تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی پچاس فیصدی کا اضافہ ہُوا ہے۔ 50% اگر زیادتی خفیف جرائم تک محدود ہوتی۔ تو زیادہ فکر کی بات نہیں۔ بدقسمتی سے یہ اضافہ خطرناک جرائم میں ہُوا ہے۔ مثال کے طور پر قتل کی تعداد ۱۹۵۰ء میں ۱۰۴۴ تھی جو ۱۹۵۶ء میں ۲۴۲۵ تک پہنچ گئی ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے پوری طاقت سے ہوئی ہے۔ اور ڈکیتی اس عرصہ میں ۵۸۷ سے ۸۲۱ تک پہنچ گئی ہے۔ ان تعدادوں پر اطمینان کرنا بالکل احمق پن ہے۔

جرائم کی ترقی کا اصلی سبب

یہ ہے۔ کہ مجرموں کو قابلِ عبرت سزائیں نہیں دی جاتیں۔ بلکہ یہ شکایت بہت زیادہ ہو رہی ہے کہ مجرموں کے رشتہ دار یا رشتہ داروں کے رشتہ دار جو برسر اقتدار ہوتے ہیں۔ وہ سفارش کر کے مجرموں کو چھڑا دیتے ہیں۔ دوسرا طریقہ مجرم کے بری ہونے کا یہ بھی عام ہے۔ کہ رشوت دے کر چھوٹ جاتا ہے

اس کا علاج

وہی ہے جو مسٹر جناح مرحوم کے سابقہ بیان میں ہے۔ خیانت منصبی اور اقربا نوازی وغیرہ کی لعنتیں بھی ہمارے حصّہ میں آئی ہیں۔ ہمیں ان بُرائیوں کو بے دردی سے کچل دینا چاہئے۔ مَیں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خیانت منصبی اقربا نوازی بالواسطہ یا بلا واسطہ مجھ پر اثر ڈلوانے کی کسی کوشش کو مَیں ہرگز برداشت نہیں کرونگا جہاں مجھے معلوم ہُوا۔ کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے۔ تو پھر کوئی خواہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اسے ہرگز نہیں بخشونگا۔

پاکستان کی ایک شریف اور حساس عورت کے جذبات

آزاد مورخہ ۶- دسمبر ۱۹۵۶ء

کیا ہم عورتیں ہیں

از شمشاد کوثر

مَیں سمجھتی ہوں کہ مشرق مشرق ہے۔ اور مغرب مغرب۔ ہر جگہ اور ہر مقام کی آب و ہوا اور معاشرت جدا جدا ہوتی ہے۔ ہر قوم کے رسم و رواج جدا جدا ہوتے ہیں۔ ایک مقام کی تہذیب کو دوسرے مقام پر ٹھونسنا فائدہ مند نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج کی مشرقی عورت میں سے نسائیت کا لوچ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ مشرقی عورت کا مزاج ہی کچھ ایسا نازک ہے۔ کہ کسی دوسرے خطہ زمین کی تہذیب اس کو سازگار نہیں آسکتی۔ کیا وجہ ہے کہ

ج ہم میں عورت کی وہ خصوصیات نہیں
ہیں۔ جن سے مشرق کی عالمگیر روایات
جنم لیا۔ "آج ہمارے بچے ماں کی گود
نہیں بلکہ آیا کی بے رحم آغوش میں
ورش پا رہے ہیں۔ کھانا پکانا۔ گھر کی
ائی میں دلچسپی لینا۔ کپڑے دھونا۔ سینا
نا غرضیکہ کوئی کام بھی ایسا نہیں رہا ہے
ہیں ہم کو دلچسپی ہو۔ کس قدر شرم
بات ہے۔ کہ ہماری بہنیں مردوں سے
نے کپڑے سلواتی ہیں۔ اور دکانوں پر
د جاکر اپنے کپڑوں کا ناپ مرد درزیوں
دیتے ہوئے نہیں شرماتیں۔ یہ بے شرمی
بے غیرتی مغربی تہذیب سے ہم میں آگئی
۔ کاش تعلیم یافتہ بہنیں اس نازک
ئلہ کی طرف توجہ کرکے کوئی ایسا اصلاحی
م اٹھائیں۔ جس سے ہمارے معاشرے
ں سے مغربی تہذیب کی عریاں قدریں
رہوتیں۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ
دید تعلیم یافتہ بہنیں نسوانی آزادی کے
م سے جو تحریکیں چلا رہی ہیں۔ اگر غور
ے ساتھ ان تحریکوں کی چھان بین کی جائے۔
یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ یہ آزادی کی
تحریکیں نہیں ہیں۔ بلکہ ترقی یافتہ آوارگی
ی تبلیغ ہے۔ یا بالفاظِ دیگر یوں سمجھ لیجئے۔
۔ آوارگی انفرادی طریقہ سے نہ ہو بلکہ منظم
ریقہ سے باجماعت ہو۔ یا قانون کے دائرہ
ں رہ کر متحدہ طور پر اخلاق تہذیب کا
ازہ نکالا جائے۔ ان مہذب اور مغربی تہذیب
ی دلدادہ بہنوں کو دعوت دیتی ہوں۔ کہ
دا کے لئے اس نازک دور میں مشرقی
ہذیب کو جو خصوصیت ہے اسلامی رنگ
ں ہے۔ فروغ دینے کے لئے موثر جد وجہد
ریں۔ تاکہ ہم عورتیں مردوں کی صف سے
ہٹ کر ان فرائض کو انجام دینے لگیں۔ جو
لک و قوم کے شایاں شان ہوسکیں۔

ندن کے موجودہ تمدن کی ایک جھلک

لندن سے آیا ہوا خط

نسوانی آزادی ضرورت سے زیادہ ہے۔
سوائے مزدوری اور بھاری کام کے باقی سب
کام لڑکیاں کرتی ہیں۔ دکانوں میں۔ ہوٹلوں میں
ریلوے میں۔ دفتروں میں۔ بسوں میں۔ تقریباً
ہر جگہ لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ معیار زندگی اس قدر
بلند ہے۔ کہ جب کسی کا بیٹا یا بیٹی سترہ
یا اٹھارہ سال کے ہو جائیں۔ تو والدین اس
کا خرچ برداشت نہیں کرسکتے۔ اس وقت
اولاد والدین سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ خود کماتے ہیں۔ کسی اور جگہ رہتے ہیں اور جو مرضی ہو کرتے ہیں۔ والدین کا ان سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔"

تہذیبِ مغربی کے دلدادگان کے لئے عبرت

کیا مسلمانوں کو تہذیب کی اسی لائن پر لے جانا چاہتے ہو۔ جس کے آخری نتائج یہ ہیں۔

روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۱۶- اپریل ۱۹۵۷ء

تمام برائیوں کی روک تھام فقط قرآن مجید سے ہی ہوسکتی ہے۔

غیر مسلموں کی آراء متعلقہ قرآن مجید

۱۔ جیسی عالی عبارتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں۔ اس سے اعلےٰ دنیا میں کہیں بھی نہیں مل سکتیں۔ (گاڈ فری ہیگن)

۲۔ قرآن کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور تیرہ و تار دنیا میں تہذیب و انصاف کی روشنی پھیلائی (فیروزشاہ ایم۔ اے) (مذہبی کی روشنی)

۳۔ قرآن عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے بہترین رہبر ہے۔ اس میں تہذیب و شائستگی ہے۔ تمدن ہے۔ معاشرت ہے۔ اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب ہی دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا۔ تو یہ عالمِ انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ (کاؤنٹ ٹالسٹائی دی لائٹ آف ریلیجن)

۴۔ اکثر کہا جاتا ہے۔ کہ قرآن محمد کی تصنیف ہے۔ اور اس میں جو کچھ ہے۔ وہ سب توراتؔ و انجیل سے لیا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ میرا ایمان ہے کہ قرآن پاک ایک الہامی کتاب ہے۔ (ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر ریلیجن سنٹر آف دی ورلڈ)

۵۔ قرآن مجید کی تعلیمات میں ایک حد درجہ متعصب انسان بھی کوئی ایسا عیب نہیں بتا سکتا۔ جو تہذیب انسانی کے معیار سے گرا ہوا ہو۔ (پنڈت شانتا رام بی۔ اے۔ محمدؐ صاحب کا جیون چرتر)

۶۔ اگر قرآن دنیا کے سامنے پیش نہ کیا جاتا تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے۔ اور دنیا کے باشندے برائے نام ہی انسان رہ جاتے۔ (اسٹینسل لین پول گائیڈنس آف ہولی قرآن)

۷۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ قرآن کا ہر فقرہ آج تک ایسی حالت میں ہے۔ جیسا کہ محمدؐ کے زمانہ میں تھا۔ (سر ولیم میور لائف آف محمدؐ)

۸۔ قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور برائیوں سے بچانے کے لئے رہنمائی نہیں کرسکتا۔ (جان ڈیوی پارٹ دی گریٹ ٹیچر)

۹۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ و ہم نوا بنانے میں آج تک جتنی کوششیں کی ہیں۔ سب کچھ پہلے ہی سے قرآن میں موجود ہے۔ (الکس لازوان لائف آف محمد)

۱۰۔ دنیا میں قرآن کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں جو بارہ سو برس سے صحیح المتن رہی ہو۔ (ولیم جیوراج)

۱۱۔ قرآن خدا کی وحدانیت پر ناقابل تردید شہادت ہے (ایڈورڈ گبن تاریخ زوالِ روم)

عبرت

وہ تعلیم یافتہ نوجوان جو قرآن مجید کی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتا۔ ثبوت اس کا یہ ہے۔ کہ سب کچھ پڑھتا ہے۔ مگر قرآن مجید نہیں پڑھتا۔ وہ غیر مسلموں کے ان بیانات سے عبرت حاصل کرے۔ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ پاکستان کے نوجوانوں کو بھی قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدت عطا فرمائے۔ اور اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

پاکستان ٹائمز مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۷ء

حکومت پاکستان کی توجہ کے قابل

بیرونی تعلیمی ادارے

جو مسلمان بچوں کو اپنے مذہب سے بے اعتمادی کی ترغیب دے رہے ہیں

میں مسٹر مسعود سکرٹری وزارت تعلیم قانون اور آباد کاری مہاجرین مغربی پاکستان کے ان خیالات کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ جو انہوں نے کوئٹہ کے ایک اجلاس میں چند ہفتے پہلے بیان فرمائے۔ یہ کوئی ناقابل تردید حقیقت نہیں ہے کہ انگریزی زبان کو مسلسل بنیادی ذریعہ تعلیم بنائے رکھنے سے ہمارے قومی وقار کو بہت حد تک نقصان پہنچا ہے۔ اور ایک آزاد قوم کے نظریہ کی ترقی کے لئے باعث تاخیر ہے۔ ایک اور حقیقت جس نے کہ قوم کی اخلاقی ترقی کو روکا

(باقی صفحہ ۸ اپر)

شبِ قدر میں مولائے کریم کی طرف سے خصوصی انعامات

از قلم کمال الدین مدرس گاہو کا پورنشن

مبارک رات رمضان شریف کی راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے جو بے شمار برکتوں اور رحمتوں کی رات ہے اور قرآن شریف میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتایا ہے۔ ہزار مہینہ کے تراسی سال چار ماہ بنتے ہیں۔ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ جس کو اس رات کی عبادت میسر آجائے گویا اس نے تراسی برس چار ماہ سے زیادہ عرصہ عبادت میں گزار دیا حقیقت میں مولائے کریم کا بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لئے یہ ایک بے بہا نعمت عطا فرمائی۔ اور یہ نعمت صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو عطا ہوئی ہے۔ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس انعام کے سبب میں مختلف روایات ہیں۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے پہلی امتوں کو دیکھا کہ ان کی عمریں بڑی لمبی ہوئی ہیں اور آپ کی اُمت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں۔ تو ناممکن۔ اس سے اللہ کے لاڈلے نبیؐ کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات عطا ہوئی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا۔ کہ ایک مہینے تک اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کو اس پر رشک آیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا۔ حضرت ایوبؑ، حضرت ذکریاؑ۔ حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشعؑ کہ اسی ۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پہ صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ اور سورۃ القدر سنائی۔ بہرحال سببِ نزول جو بھی کچھ ہوا ہو۔ لیکن امت محمدیہ کے لئے یہ اللہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے۔ اور یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر آتا ہے۔

اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انا انزلنٰه فی لیلة القدر بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا ہے یعنی قرآن پاک لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اس رات میں اُترا ہے۔ یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی۔ چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سے برکات و فضائل شامل ہو گئے ہیں آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں وما ادرٰك ما لیلة القدر۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں لیلة القدر خیر من الف شهر۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی ہزار مہینے تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے۔ اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ تنزل الملٰئكة۔ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔ علامہ رازی لکھتے ہیں۔ کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے۔ اس کے بعد والدین نے جب تجھے اول دیکھا تھا جبکہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی۔ حتیٰ کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب حق تعالےٰ شانہٗ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمائی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ تو توفیق الٰہی سے شب قدر میں معرفت الٰہی اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرے کی معذرت کے لئے اُترتے ہیں۔ والروح فیها اور اس رات میں روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں اور فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں۔ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ باذن ربهم من كل امر اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اسی رات میں آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔ اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دُعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہوا ہے۔ دُرّ منثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ سلٰمٌ ھی وہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے۔ کہ ایک فوج آتی ہے۔ دوسری جاتی ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے۔ شر و فساد وغیرہ سے ھی حتّٰی مطلع الفجر۔ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصے میں برکت ہو اور کسی میں نہ ہو۔ بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورہ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود رب العزت نے کلام پاک میں اس رات کی فضیلیں ارشاد فرمائی ہیں نہ احادیث کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا ان میں سے چند ایک ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس رات میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہو۔ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے۔ کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو۔ اور ثواب کی نیت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو۔ بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور حصولِ ثواب کی نیت سے کھڑا ہو اگر کوئی شخص کبائر و صغائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر یا کوئی اور اجابت کا موقعہ ہو۔ اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کرے۔ تاکہ اللہ کی رحمت کاملہ متوجہ ہو۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم۔

حدیث نمبر ۲۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے۔ جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم ہو گیا۔ گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا۔ مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔ یعنی اس کی محرومی میں کیا تامل ہے۔ جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے۔ کارخانے اور ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات بھر جاگتے ہیں۔ اگر اسی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک جاگ لے تو کیا دقت ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جا سکتی ہیں ؎

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر کوئی تو بات تھی کہ حضورؐ باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا۔ پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک ورم کر جاتے تھے انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں۔ ہاں

باقی صفحہ ۱۷ پر

آپ بیتی

(جناب حسّاس صاحب کے قلم سے)

(گزشتہ سے پیوستہ)

لڑکی کا چچا جو ایک قوی ہیکل جوان تھا اس نے کہا۔ کہ آپ کو اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ ہمارے رشتہ داروں میں سے بعض نے یہ اطلاع دی ہے کہ تمہارے اعتقادات درست نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی نے اندرونی دشمنی سے کہا ہو۔ اگر الزام غلط نکلا تو فبہا۔ ورنہ آئندہ کے لئے بات چیت کا دروازہ بند ہوگا۔ آپ اپنے گھر راضی ہم اپنے ہاں خوش۔

مَیں نے جب چاروں طرف نظر ڈالی۔ تو کمرہ مردوں عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا۔ دل میں ڈر سا پیدا ہوا اور دل میں بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور میں یہ التجا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ مَیں عالمِ دین نہیں ہوں۔ تو اپنی قدرت کاملہ سے ان لوگوں کے قلوب کو صحیح دین کی طرف مائل کر دے۔ اس کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور کہا کہ بھائیو مَیں کوئی عالمِ دین نہیں ہوں۔ درس قرآنِ حکیم ہر روز سُنتا ہوں۔

فوراً سوال کیا گیا۔ کیا آپ ختم درود کے منکر ہیں؟ (یعنے میّت کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے)

میّت کے روح کو ثواب پہنچانا

اب مَیں سب کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا کہ بھائیو میری بات ذرا ٹھنڈے دل سے اور توجّہ سے سُننا سمجھ آ جائے تو مان لینا۔ ورنہ آپ جانیں آپ کا کام۔

محترم بھائیو ختم کے متعلق جو آپ نے سوال کیا ہے اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔ شریعت کا مرنے والے کے متعلق حکم یہ ہے۔

اوّل۔ مرنے والے کے کفن دفن کا بندوبست کیا جائے۔

دوئم۔ اگر اُس پر قرض ہے تو قرضہ ادا کیا جائے۔

سوئم۔ اگر کوئی وصیّت کر گیا ہے تو اُسے پورا کیا جائے۔

چہارم۔ تقسیم میراث یعنی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کو قرآن حکیم کے مقرر کردہ حصّوں کے مطابق ورثا میں تقسیم کرنا۔ شریعت اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتی۔

اب رہا ختم کا مسئلہ (یعنی میّت کی روح کو ثواب پہنچانا) تو اس کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ میّت کو عبادت بدنی اور مالی کا ثواب پہنچتا ہے۔ یعنی زندہ لوگ اگر کوئی نیک کام کریں۔ مثلاً قرآن شریف یا درود شریف پڑھیں۔ خدا کی راہ میں صدقہ خیرات دیں۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلائیں۔ تو ان کاموں کا ثواب خدا کی طرف سے انہیں ملے گا۔ لیکن اگر یہ کام کرنے والے اپنا ثواب کسی میّت کو پہنچانا چاہیں تو خدا تعالےٰ اس میّت کو وہ ثواب پہنچا دیتا ہے۔

ایسا ثواب پہنچانے کے لئے کسی خاص چیز یا خاص وقت یا خاص صورت کی اپنی طرف سے تخصیص نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ جو چیز جس وقت میسّر ہو اُسے خدا کے واسطے مستحق کو دے کر اس کا ثواب میت کی روح کو بخش دینا چاہئے۔ رسموں کی پابندی یا دکھاوے اور نام اور شہرت کے لئے بڑی بڑی دعوتیں کرنا یا اپنی طاقت سے زیادہ قرض لے کر رسم پوری کرنی بہت بُرا ہے۔ اب سنئے جس ختم کے کرنے کو ہم اچھا نہیں سمجھتے وہ یہ ہے مثلاً

مرنے والے کا قرض ہے تو ادا نہیں کیا جاتا۔ مال کی تقسیم نہیں ہوتی۔ یتیم کا حصّہ مال میں ابھی شامل ہی ہوتا ہے۔ کہ رسمی طور پر ختم شروع ہو جاتے ہیں۔ یا گرہ میں پیسے ہوں نہ ہوں۔ قرض اُٹھا کر بھی تیجا۔ جمعراتیں۔ چالیسواں کیا جاتا ہے۔ نام کو تو خیرات کی جاتی ہے مگر دیگیں پکا کر برادری میں بانٹی جاتی ہیں مسکین کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور یہ سب کچھ نام و نمود کے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر میّت کے وارثوں کو کہا جائے کہ بغیر دکھلاوے کے خاموشی سے میّت کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر کسی مسجد میں فرش لگوا دو۔ اس صدقہ جاریہ کا ثواب میّت کی روح کو پہنچتا رہے گا۔ ایسا تو کبھی نہیں کرینگے۔ ہاں نام و نمود کے لئے سے خرچ کرتے ہیں۔ برادری سے شاباش لینے کے لئے کہ لوگ کہیں گے "پیو نوں ڈاڈھا سوہنا سانبھیا سُو" (باپ کو بڑی اچھی طرح سنبھالا)

بھائیو ہم تو ایسے رسمی ختم و درود کے خلاف ہیں۔ ہاں جائز طریقہ سے میّت کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے قائل ہیں۔

درود شریف

اب درود شریف کے متعلق آپ نے جو سوال کیا ہے۔ اس کا جواب بھی سُن لیجئے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے۔

۱- ایک بار درود شریف پڑھنے سے انسان کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲- دس نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

۳- دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

۴- دس دفعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لیکن نمازوں کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا۔ ائمۂ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اس کی ایجاد ۷۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن اب نہ پڑھنے والوں پر جھٹ فتوے جڑ دیا جاتا ہے۔ جو لوگ کسی پر درود شریف کے منکر ہونے کا جھٹ فتوے جڑ دیتے ہیں۔ اُن کا قصہ بھی سُن لیجئے۔

عرصہ ہُوا مجھے کوہ مری جانے کا اتفاق ہُوا۔ جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں گیا۔ آذان ہوئی اور جب مؤذّن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہا تو ایک شخص نے درود شریف پڑھا۔ اس کے پاس ہی مسجد کا ایک طالب علم کھڑا تھا۔ اُس نے کہا کہ بھائی ایسے موقع پر درود شریف نہ پڑھنا چاہئے۔ بس پھر کیا تھا۔ وہ شخص کلہاڑی لئے طالب علم کے پیچھے دوڑا۔ کہ تم نے یہ کیوں کہا کہ درود شریف نہ پڑھو۔ لہٰذا تم درود شریف کے منکر معلوم ہوتے ہو۔ بیچارے طالب علم نے اپنے حجرہ میں پہنچکر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ایک تماشا سا بن گیا۔

اس وقت اللہ تعالےٰ نے مجھے جُراَت دی۔ مَیں نے کلہاڑی والے شخص سے کہا کہ بھائی صاحب میری بات سُن لو۔

جھ میں آجائے - تو غصّہ اُتروا دینا - ورنہ جو جی میں آئے کرنا - مگر شرط یہ ہے کہ میری تمام بات ٹھنڈے دل سے سُننا اور بات ختم ہونے سے پہلے ہی جوش میں نہ آجانا - اب کلہاڑی نیچے رکھو اور میرے سوال کا جواب دو -

سوال - کیا ایک شخص نماز میں پہلے درود شریف پڑھے - پھر قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ لے - اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں جائے - تو ایسے شخص کی نماز درست ہو گی -

کلہاڑی والے نے جواب دیا - ہرگز نہیں -

سوال - کیوں کیسے نماز نہیں ہوگی -

اب کلہاڑی والے نے بڑے جوش سے کہا - کہ ترتیب غلط ہے - درود شریف التّحیات میں پڑھنا چاہیئے -

اب مَیں نے اس جوشیلے نوجوان سے کہا - کہ دیکھو بھائی جیسے یہاں درود شریف ترتیب سے نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی - اسی طرح اذان کے وقت جو تم نے درود شریف پڑھا ترتیب کے خلاف پڑھا - اسی سبب سے طالب علم نے تجھے ٹوکا تھا - مسئلہ یہ ہے کہ آذان سُننے والا بھی وہی کلمے کہتا جائے - جو مُوذّن کہتا ہے - مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ علی الفلاح سُن کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہنا چاہیئے - لہٰذا اس حکم کے ماتحت تجھے اس طالب علم نے ٹوکا تھا کہ درود شریف نہ پڑھو - اور آپ سوچے سمجھے بغیر جوش میں آگئے -

الحمدللّٰہ کلہاڑی والے کو میری بات سمجھ میں آگئی - اور اس نے تسلیم کر لیا کہ اسے اتنی باریکی کا علم نہ تھا - اب آپ ہی انصاف کریں - کہ اگر کوئی مسجد میں نماز کے بعد بہ آوازِ بلند درود شریف اس خیال سے نہ پڑھے کہ نمازی کے پاس قرآن پاک بھی باآوازِ بلند پڑھنا منع ہے تاکہ نمازی کی توجہ بٹ نہ جائے - اور نماز کے بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا بتایا ہُوا وظیفہ آہستہ آہستہ دل میں پڑھ لے تو کیا ایسے شخص کو کہا جا سکتا ہے کہ درود شریف کا مُنکر ہے - یہ کتنی زیادتی کی بات ہے - کتنا بڑا بہتان ہے -

اب ایک شخص نے سوال کیا - کہ کیا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کو علمِ غیب تھا یا نہیں -

(علمِ غیب)

جواب - مَیں نے عرض کیا کہ اس کا جواب بھی سُن لیجئے -

نمبر۱ - اللّٰہ تعالےٰ نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو علمِ غیب دیا -

نمبر۲ - اتنا دیا کہ کسی کو نہیں دیا -

نمبر۳ - کتنا دیا ؟ نہ کسی نے ناپا نہ تولا - لینے والا جانے یا دینے والا جانے -

نمبر۴ - آیا سارے کا سارا دیا - اس بات کی قرآن اور احادیث نفی کرتے ہیں -

اب یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہر پکارنے والے کی پُکار سُنتے ہیں - اور حاضر ناظر ہیں - یہ عقیدہ گمراہی ہے

اب ایک اور صاحب بولے - کہ شفاعت کے متعلق بتائیے - کیا خیال ہے -

شفاعت

جواب - بھائی ہم تو ہمیشہ یہی دُعا کیا کرتے ہیں - کہ اے اللّٰہ ہمارا خاتمہ ایمان پر کرنا - ہماری قبر کو بہشت کا باغ بنا دینا - اے اللّٰہ قیامت کے دن ہمیں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچانا - آپؐ کے حوضِ کوثر سے پانی پلانا جس کی برکت سے پچاس ہزار سال کا دن چار رکعت فرض کی دیر میں گزر جائے - آپ کی شفاعت نصیب فرما - دوزخ سے بچا - اور بہشت میں پہنچا - اے اللّٰہ ہماری یہ دُعا قبول فرما -

البتہ شفاعت بہ اجازت ہو گی - اور جس کے لئے شفاعت کی جائے گی - اِس میں ایمان کا ہونا شرط ہے - کافر - مشرک اور نفاقِ اعتقادی کے منافق کے لیئے نہ شفاعت ہے - نہ نجات ہے - سدا ہی دوزخ میں رہیں گے -

کافر - جو قانونِ الٰہی کو نہیں مانتا جو خدا کو وحدہٗ لاشریک نہیں مانتا - رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا - قرآن کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا -

مشرک - جو تعلق بندے کا خُدا سے ہونا چاہیئے - وہ تعلق کسی غیر سے بھی رکھے بدکار عورت کے سر سینگ نہیں ہوتے - فقط اتنے میں ہی بدکار ہو جاتی ہے کہ جو خصوصی تعلق بیوی کا خاوند سے ہی ہونا چاہیئے - ویسا تعلق غیر سے بھی رکھے حالانکہ وہ خاوند والی بھی کہلاتی ہے - اپنے خاوند کا نام بھی بتاتی ہے - گھر - محلہ - گلی کا نمبر اور مکان نمبر بھی بتاتی ہے -

غرضیکہ کھرا مسلمان وہ ہے جو ہر حاجت کے لئے اللّٰہ تعالےٰ کا دروازہ کھٹکھٹائے - اس کا در چھوڑ کر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے -

کام ہو جائے تو شکریّہ بھی اسی کا بجا لائے عقیدہ یہ رکھے کہ میرا سوائے خدا کے کوئی نہیں - اور مَیں بھی سوائے خدا کے کسی کا نہیں - یہ تو ہے توحید خالص - لیکن اگر خدا کو بھی مانے اور اُس کی صفات میں دوسروں کو بھی شریک ٹھہرائے تو ایسا انسان مشرک ہے -

نفاق اعتقادی کا منافق -

جو زبان سے تو دعوےٰ اسلام کرے - اور اندر سے دشمنِ اسلام ہو - قرآن پر اعتراض کرے - جیسے آج کل مغرب زدہ کہہ دیتے ہیں - کہ سود حرام نہیں ہونا چاہیئے - کوئی کہتا ہے - چور کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہیئے یہ وحشیانہ سزا ہے (گویا خدا ظالم ہے جس نے یہ حکم دیا ہے) نعوذ باللّٰہ - غرضیکہ طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں -

اللّٰہ تعالےٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے - بھائیو ایمان اتنا ہی ہے - کہ اے اللّٰہ مَیں تیرا اور تیرے رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں -

ہاں تو بات یہ عرض کر رہا تھا کہ شفاعت ہوگی - حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے علاوہ اور انبیا اور اولیاء اور شہداء وغیرہم بھی شفاعت کریں گے -

گیارھویں

اب تک تو سوالات مردوں نے کیئے تھے - مگر گیارھویں کے متعلق سوال ایک عورت نے کیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے ایمان کا جُز سمجھتی ہے - جب اس عورت نے یہ سوال کیا تو اور دو چار عورتیں بھی اس مسئلہ پہ زور دے رہی تھیں کہ اب ایماندار اور بے ایمان کا پتہ چل جائیگا - غرضیکہ اس وقت مجلس میں گہما گہمی شروع ہوگئی - ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ایمان کا دارومدار فقط گیارھویں کے دینے اور نہ دینے پر ہی موقوف ہے -

بہر حال مَیں سب کی طرف متوجہ ہُوا - اور کہا - کہ بھائیو اس سوال (گیارھویں) کے متعلق یہ عرض ہے کہ اللّٰہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے مساکین کو کھانا کھلایا جائے اور اس کا ثواب حضرت شیخ المشائخ سیّد محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس اللّٰہ سرّہ العزیز کی رُوحِ پُر فتوح کو پہنچایا جائے - تو کوئی حرج نہیں - بشرطیکہ تاریخ کی تعیّن لازم نہ کی جائے - چنانچہ خواہ ستارھویں یا بیسویں کر دیا جائے - اور اگر کسی ایک مہینے میں نہ ہو سکے تو دوسرے ماہ میں کر دیا جائے - نیز شیخ المشائخ م

م سیّد عبدالقادر جیلانی کو حاجت روا اور کارساز نہ سمجھا جائے - اور فقط مقبولین بارگاہ ایزدی جل مجدہٗ میں سے شمار کیا جائے برخلاف اس کے اگر اُن کو حاجت روا

اور کارساز سمجھ کر دیا جائے، تو شرک ہے۔ ایسی خیرات سے نہ اللہ تعالےٰ راضی ہو سکتا ہے۔ نہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس سے کبھی خوش ہو سکتے ہیں۔

یہ تمام گفتگو ہو چکی تو لڑکی کے چچا نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھائی کو کوئی اعتراض ہو تو کھڑا ہو کر کہہ دے۔ مگر سب نے کہا۔ کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جو باتیں سُنی ہیں دل کو بھلی معلوم ہوئی ہیں۔ الحمد للہ جو غلط فہمی تھی رفع ہو گئی ہے۔

اب مَیں نے خیال کیا۔ کہ شکر ہے معاملہ خوش اسلوبی سے طے پایا۔ مگر اس وقت مجلس میں سے ایک شخص نے باآواز بلند کہا۔ کہ میاں صاحب یہ سہرا۔ مہندی۔ گانا۔ گھوڑی۔ باجہ۔ ڈھولکی کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ فرما دیجئے۔ کہ ان رسموں کی کیا حقیقت ہے۔

جواب میں مَیں نے بھی باآواز بلند کہا کہ بھائی یہ تمام رسمیں ہندوانہ ہیں ہندوانہ۔ چونکہ ہم سب رام رامیوں کی اولاد ہیں (کوئی ایک پشت سے کوئی دو سے مسلمان ہوئے ہیں۔ سوائے سادات کرام۔ علوی حضرات کے یا جو لوگ اپنا نسب نامہ سرزمین مقدس سے جا ملاتے ہیں) ہم مسلمان تو ہو گئے۔ مگر اسلام نہ سیکھا۔ لہٰذا رسمیں وہی کرتے رہے جو اسلام لانے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ یہ تمام رسمیں (جو اوپر بیان کی گئی ہیں) کفر کی رسمیں ہیں۔ اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلامی نکاح فقط اتنا ہی ہے۔ میاں بیوی کا ایجاب قبول و خطبہ مسنونہ (ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں۔)

پیر فقیر

میں ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ ایک بزرگ میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور آہستہ سے کہا۔ کہ میاں صاحب تمہاری سب باتیں سنتا رہا ہوں۔ مگر یہ تو بتائیں پیروں، فقیروں کے آپ لوگ کیوں مخالف ہیں۔ سُنا ہے آپ لوگ ولیوں کی ولایت کے منکر ہیں۔

جواب۔ مَیں نے اُس بزرگ سے عرض کیا کہ اگر آپ کا مطلب پیروں فقیروں سے یہ ہے۔ کہ اُن کے مزارات پر اس نیت سے جائے کہ وہ حاجت روا ہیں۔ اُن سے مرادیں مانگے اور کام ہو جائے تو چڑھاوے چڑھائے۔ ایسا عقیدہ رکھنا تو شرک ہے۔ کیونکہ حاجت روا تو فقط اللہ تعالےٰ کی ذات ہی ہے۔ ہاں بزرگان دین کے مزارات پر اُن کے لئے دُعائے خیر کرتے ہیں۔ (گو وہ ہماری دُعاؤں کے محتاج نہیں ہیں۔ مرحوم ہیں۔ مغفور ہیں) لیکن ہم اس لئے دُعائے خیر کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ہمیں بھی ان صالحین کی جماعت سے اُٹھائے۔ آپ سے یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ لوگ تو فقط اُن اولیاء اللہ کو جانتے ہو۔ جن کی قبر پر قبہ ہو۔ لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے ولی اللہ ہیں۔ جن کی قبر کا نشان تک نہیں۔ جیسا کہ کسی اللہ والے نے کہا ہے

بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

بھائی صحیح بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ اولیائے اللہ کی زندگی میں تو فیض حاصل نہیں کرتے کہ اُن کی صحبت میں بیٹھیں۔ اللہ اللہ کرنا سیکھیں۔ تا کہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ زندگی میں تو قریب نہیں بھٹکتے۔ بلکہ اُلٹا اُن کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہاں وفات کے بعد اُن کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔ مرادیں مانگتے ہیں۔ اُن کی قبروں کی مٹی اُکھیڑ اُکھیڑ کر چاٹتے ہیں۔

بھائی ہمارا تو یقین ہے کہ اولیاء اللہ ہی کے ذریعہ سے اسلام دُنیا میں پھیلا۔ اور یہی لوگ ہیں جن کی برکت سے اس چودھویں صدی میں ہم تک اسلام پہنچا۔ مگر افسوس ہم نے اُن کی صحیح پیروی کرنے کی بجائے اُن کی قبروں پر سجدے کرنے شروع کر دیئے۔ انہیں اپنا حاجت روا سمجھ لیا۔ غرضیکہ جو تعلق انسان کا خُدا سے ہونا چاہئے تھا وہ تعلق بندگان خدا سے جوڑ لیا۔

مختصر یہ کہ جو اولیاء اللہ کی ولایت کا منکر ہے اس پر خدا کی لعنت۔ مگر جو اولیاء اللہ کو خدا کے درجہ تک پہنچائے اس پر بھی خدا کی لعنت۔ ہم تو دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین یا الہ العالمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس مجلس میں چھ سات اشخاص ایسے بھی تھے۔ جو اپنے لباس اور وضع قطع سے کسی گاؤں کے رہنے والے معلوم ہوتے تھے اُن میں سے ایک سفید ریش بزرگ نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کے ساتھ ختم ہو۔ لہٰذا یہی مناسب ہے کہ آپ پیغمبر خدا کا منصب بھی بیان کر دیں۔ تا کہ بات مکمل ہو جائے۔

اب مَیں نے اس بزرگ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ یوں عرض کیا۔ کہ

۱۔ آپ خدا تعالےٰ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔
۲۔ خُدا تعالےٰ کے بعد آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔
۳۔ آپ گناہوں سے معصوم ہیں۔
۴۔ آپ پر خدا تعالےٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔
۵۔ آپ کو شب معراج میں خدا تعالیٰ نے آسمانوں پر بُلایا (یعنی معراج جسمانی ہُوا) جنت اور دوزخ کی سیر کرائی۔
۶۔ آپ نے خدا تعالےٰ کے حکم سے بہت سے معجزے دکھائے۔
۷۔ آپ خدا تعالےٰ کی سب سے زیادہ عبادت اور بندگی کرتے تھے۔
۸۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے بہت سی گزشتہ اور آئندہ باتوں کا علم عطا فرمایا تھا۔ جن کی آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی۔
۹۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ علم عطا فرمایا۔
۱۰۔ آپ خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوگا۔
۱۱۔ آپ انسانوں اور جنوں کے لئے رسولؐ ہیں۔
۱۲۔ آپ قیامت کے روز خدا تعالےٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی شفاعت کرینگے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین کہتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ حضورؐ کی شفاعت قبول بھی فرمائے گا۔

آپ نے جن باتوں کا حکم کیا ہے۔ اُن پر عمل کرنا اور جن سے منع کیا ہے۔ اُن سے باز رہنا اور جن واقعات کی خبر دی ہے۔ اُن کو اسی طرح ماننا اور یقین کرنا اُمت پر ضروری ہے۔ آپ کے ساتھ محبت رکھنا اور آپ کی تعظیم اور تکریم کرنا ہر امتی کے ذمہ لازم ہے۔ لیکن تعظیم سے مراد وہی تعظیم ہے۔ جو شرعی قاعدے کے موافق ہو۔ اور خلاف شرع باتوں کو تعظیم یا محبت سمجھنا نادانی ہے۔

غرضیکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تو نہیں مانتے۔ مگر خدا کے بعد آپ جیسا بھی کسی کو نہیں جانتے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اب اگر اولیاء اللہ کو نبی کا درجہ

دو گے اور نبی کو خدا کا تو یہ سراسر گمراہی ہے ۔ ع

حفظِ مراتب گر نہ کنی زندیقی

خدا جلّ شانہٗ کی ذات وہ ذات ہے جو ولیوں کو ولایت دیتا ہے ۔ اور نبیوں کو نبوت عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سچّا مسلمان بنائے

کس کو مانیں اور کسے نہ مانیں

اب ایک نوجوان نے کہا کہ ہمارے لیئے بڑی مشکل ہے ۔ ایک ہی مسئلہ کے متعلق ایک عالم دین کچھ کہتا ہے ۔ دوسرا کچھ ۔ ہم کس کو مانیں اور کسے نہ مانیں ۔ اس کا کیا علاج ؟

اس نوجوان کے سوال پر مَیں نے کہا کہ بھائی جان ایک اصول یاد رکھو ۔ کبھی گمراہ نہیں ہوگے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ جب کبھی کسی عالم دین سے کوئی اختلافی مسئلہ دریافت کرو تو اتنا کہہ دیا کرو ۔ کہ حضرت یہ بتلایا جائے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کام کیا یا نہیں کیا ۔ بس ۔ ہماری سرکار سرکارِ مدینہ ہے ۔ جو فیصلہ اُدھر سے ہو وہ قبول کرو ۔

اب یہ مجلس برخاست ہوئی ۔ اور محدود چند گھر کے افراد بیٹھے ہوے تھے تو لڑکی کے چچا نے بڑی سنجیدگی سے مجھ سے دریافت کیا ۔ کہ بھائی صاحب یہ فرماؤ کہ "وہابی" "وہابی" کا خطاب دیو بندی علماء کرام کو ہی فقط کیوں دیا جاتا ہے ۔ عام طور پر یہی پایا گیا ہے ۔

مَیں نے عرض کی کہ بھائی بات دراصل یہ ہے کہ دیو بندی حضرات علماء کرام نے ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا تھا ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کامیابی نہ ہوئی ۔ ؎

فتح و شکست نصیبوں پہ ہے ولے اے امیر

مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا"

اور پانچ سو علماء کرام کو پھانسی دی گئی ۔ اور کئی ایک کو کالے پانی بھیجا گیا ۔ انگریز جانتا تھا کہ علماء کرام انگریز کے کبھی وفادار نہیں ہو سکتے ۔ لہٰذا وہ ہمیشہ اس جماعت کے خلاف رہا ۔ اب اس نے ایک حیلہ سوچا کہ "وہابی" کا لفظ ان پر چسپاں کر دیا جائے اور "وہابی" کا مفہوم یہ سمجھایا کہ "وہابی" ختم درود کے منکر ہوتے ہیں ۔ اولیاء اللہ کی عزت نہیں کرتے ۔ وغیرہ وغیرہ اور اس کا یہ حربہ کافی حد تک کارگر ہُوا ۔

لطیفہ

ایک لطیفہ مشہور ہے ۔ کہ غیر علاقہ (سرحد پار) میں کسی قبیلہ کے سردار نے ایک ہندو دُکاندار سے کچھ رقم قرض مانگی ۔ اس نے دینے سے کیا انکار ۔ اب قبیلہ کے سردار نے انتقام لینے کی خاطر اعلان کیا ۔ کہ فلاں ہندو دُکاندار "وہابی" ہوگیا ہے ۔ لہٰذا کوئی شخص اس سے سودا نہ خریدے ۔ چنانچہ سب نے بائیکاٹ کر دیا ۔ کچھ دن گذرے تو ہندو دکاندار نے سوچا کہ معاملہ تو خراب ہوگیا ہے ۔ اس کا کچھ تدارک کیا جائے ۔ چنانچہ قبیلہ کے سردار کو بلایا اور کہا ۔ کہ لو خان جتنا قرض مانگتے ہو دے دیتا ہوں ۔ مگر اس "وہابی" کے لفظ سے میرا چھٹکارا کرا دو ۔ اب قبیلہ کے سردار نے اعلان کر دیا کہ آج سے ہندو دکاندار "وہابی" نہیں رہا ۔ یہ سُن کر تمام نے سودا سلف خریدنا شروع کر دیا ۔

تو بھائی بات یہ ہے کہ "وہابی" "وہابی" کہنے والے خود بھی نہیں جانتے کہ وہابیت کس جانور کا نام ہے ۔ بس ایسے ہی انگریز کی چالاکی سے ایک ہوّا بنا رکھا تھا ۔

جب مَیں نے یہ لطیفہ سُنایا تو سب بہت ہنسے ۔ کہ بات ٹھیک کہتے ہو ۔ ایسا ہی حال ہے ۔ اب بڑی ہمدردی سے باتیں ہونے لگیں ۔ چنانچہ آپس کے مشورہ سے نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی ۔ اور حق مہر شرعی کا فیصلہ ہُوا ۔ چائے پینے کے بعد ہم دونوں دوست وہاں سے رخصت ہُوئے ۔

جب ہم دونوں سڑک پر پہنچے ۔ سخت گرمی کا موسم تھا ۔ ٹانگہ کرایہ پر کیا ۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوئے ۔ راستہ میں آپس میں یوں گفتگو ہوتی رہی کہ بھائی شکر ہے ۔ بڑا خوف تھا کہ خدا جانے کیا ہو ۔ اگر جھگڑا ہو جاتا ۔ وہ عقل سے کام نہ لیتے تو نہ معلوم مار پیٹ تک نوبت پہنچتی ۔ کیونکہ فضا بہت خراب ہو رہی ہے ۔ "وہابی" کے لفظ سے مفہوم یہ لیا جاتا ہے ۔ کہ ایمان سے خارج ۔ تو یہ کتنی غلط فہمی پھیلا رکھی ہے ۔ لوگوں نے اُمّتِ محمدیہ میں کتنا تفرقہ ڈال رکھا ہے ۔

نہیں نہیں ۔ اب تو بہت اصلاح ہو چکی ہے ۔ (ٹانگہ والے نے کہا) مسلمان جان گئے ہیں ۔ کہ "وہابی" کہنے میں اصلیّت کیا ہے ۔ یوں ہی لوگوں کو چکّر میں ڈال رکھا ہے ۔

غرضیکہ مَیں اپنے دوست کے ساتھ اس کے گھر کی طرف جا رہا تھا جس گھر کے خورد و کلاں مجھ سے سب ناراض تھے ۔ انہیں یہ یقین تھا کہ آج دونوں گئے ہیں (لڑکی والوں کے ہاں) تو رشتہ "دو ٹوک" کر کے ہی آئینگے ۔ اُنھوں نے اپنی ضد نہیں چھوڑنی ۔ لڑکی والے جواب ہی دے دینگے ۔ کہ جاؤ ہماری تمہاری بس ۔

اب ہم دونوں مکان کے اندر داخل ہُوئے ۔ اُوپر کی چھت سے آواز آ رہی تھی ۔ جیسے کوئی دانت کی درد سے کراہ رہا ہو ۔ یہ لڑکے کی والدہ تھی ۔

میرا دوست اپنے گھر کی سیڑھیاں چڑھ رہا ہے ۔ مَیں چند قدم پیچھے ہوں ۔

میرا دوست ۔ سلیم کی ماں تمہیں مبارک ہو ۔ شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی ہے ۔

سلیم کی والدہ ۔ کیا کہا شادی کی تاریخ ؟ سچ مچ! شادی کی تاریخ ۔

میرا دوست ۔ ہاں ہاں شادی کی تاریخ خدا کے فضل و کرم سے شادی کی تاریخ اور حق مہر شرعی ہوگا ۔

سلیم کی والدہ ۔ خدا کے لئے جلد بتاؤ کونسی تاریخ مقرر ہوئی ہے ۔

میرا دوست ۔ ۱۷ ۔ رجب المرجب

سلیم کی والدہ ۔ واہ رے کیا "سوہنی" خبر سُنائی ہے ۔ مبارک ہو ۔ مجھے پہلے ہی امید تھی کہ میرا بھائی ساتھ جائے گا تو کام ضرور ہی بن جائے گا ۔ ان کا مبارک قدم ہماری آنکھوں پر ۔ کیوں نہ ہو بڑے نیک ہیں ۔ ہم سب کو نیکی کی طرف لے جا رہے ہیں ۔ فرشتہ ہیں فرشتہ ۔ بیشک نیکوں کے نیک کام ہی ہوتے ہیں ۔

قصّہ کوتاہ یہ ۔ کہ اب میرے دوست کا لڑکا بچّوں کا باپ ہے ۔ جب کبھی اس واقعہ کا ذکر ہوتا ہے ۔ تو ہم آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے دین اور ایمان پر قائم رہنے کی برکت سے ایمان بھی سلامت رہا اور جو قسمت میں تھا ہو کر رہا ۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے امتحان میں پاس ہُوئے ۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے ۔ سچ ہے اللہ تعالےٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد کرتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ ہمیں سدا ہی اپنے حکموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

آمین ثم آمین

مُحسنۂ کائنات

(از جناب ماسٹر لال الدین صاحب اخگر خانقاہ ڈوگراں)

قسط نمبر ۲

سین

"بشیر حسب معمول کھیتوں میں جاتا ہے اور شام تک اپنا کام بڑی دلجمعی سے کرتا رہتا ہے۔ سعید اب دسویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ مدرسے سے واپس آکر سعید اور بشیر کا بڑا لڑکا انور دونوں بشیر کی مدد کے لئے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ بشیر تائب ہونے کے بعد اپنی ماں کی خوشنودی کا ہر لحاظ سے خیال رکھتا ہے۔ شام کو نماز سے فارغ ہو کر ہاجراں کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھاتا ہے اور بعد میں میٹھی میٹھی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ نذیراں ابھی میکے سے واپس نہیں آئی۔ بشیر صفیہ کے پاس چلا جاتا ہے۔ پیچھے نذیراں آتی ہے تو یہ سُن کر آگ بگولہ ہو جاتی ہے حمیدہ پڑوسن سمجھاتی ہے۔ لیکن نذیراں ٹال دیتی ہے۔"

بشیر- امّاں جان! میرا دل چاہتا ہے کہ میں صفیہ کے پاس جاؤں۔

ہاجراں- بیٹا! نذیراں کے واپس آنے پر دیکھا جائے گا۔

بشیر- نہیں امّاں جان - میری طبیعت بڑی بے چین ہو رہی ہے- میں تو صفیہ بلکہ زہرہ کے پاس بھی جاؤں گا- ابّا جان کی موت پر روتی ہوئی واپس گئی تھیں۔

ہاجراں- نہ بیٹا! نذیراں آکر ناراض ہوگی۔ اس کے مشورے سے جاؤ گے تو ٹھیک ہوگا۔ نذیراں- نسیمہ اور میرا بابو اپنے گھر میں نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے اُداسی چھائی ہوئی ہے اور اب تمہارے جانے سے اور بھی ....

بشیر- آگے فصل کٹائی کے دن آجائینگے - پھر دیر ہو جائے گی۔ مجھے اجازت دیجئے۔ باقی رہا نذیراں کا واپس آنا- امید ہے وہ جلد ہی آنے والی ہوگی۔

ہاجراں- ہاں بشیر- اگر اب نہیں جاؤ گے تو دو اڑھائی مہینے کام میں رُک جاؤگے- اچھا جلدی واپس آنا- کب جاؤ گے؟

بشیر- مَیں کل ہی چلا جاؤں گا- انشاء اللہ جلد واپس آؤں گا۔

ہاجراں- بیٹا! صفیہ اور زہرہ تجھ کو دیکھ کر پھولی نہ سمائینگی- کیونکہ تو پہلی بار اُن کے پاس جا رہا ہے۔

بشیر- سعید! تم نے انور (بشیر کا بڑا لڑکا) کو ساتھ لے کر شام تک کھیتوں میں ہی رہنا ہوگا- صرف مویشیوں کو چارہ ہی ڈالنے کا کام ہے- مَیں تمہاری چھٹیوں میں ہی واپس آجاؤں گا۔

سعید- ہم کتابیں وہاں ہی لے جایا کرینگے-

بشیر- بالکل ٹھیک ہے - ذرا انور کی پڑھائی کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔

(بشیر اگلے دن کچھ چاول- شکر اور صفیہ اور زہرہ کے بچّوں کے چند ایک ضروری کپڑے لے کر چلا جاتا ہے- اور اسی شام کو نذیراں کا خط آجاتا ہے- کہ مَیں آئندہ بدھ کے دن دس بجے کی گاڑی شاہ کوٹ پہنچ جاؤنگی- ہاجراں نے سعید سے خط سُنا- اور سہم گئی کہ نذیراں گھر میں آکر ایک حشر برپا کر دیگی- بشیر ہوتا تو اور معاملہ تھا- اور پھر اُس کا صفیہ اور زہرہ کے پاس جانا- اور نذیراں کی مرضی کے بغیر جانا- تو قیامت سے کم نہیں ہوگا- خیر اب سعید سے باتیں کرنے لگ جاتی ہے-)

ہاجراں- بیٹا سعید! نذیراں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچّے ہیں- پرسوں صبح سویرے مُنہ اندھیرے ہی چھکڑا لے کر شاہ کوٹ جانے کی کوشش کرنا۔

سعید- نہیں امّاں جان دس بجے گاڑی آئے گی- مَیں سات بجے چل پڑوں گا- انور کھیتوں کو چلا جائے گا- اور ہم انشاء اللہ تعالےٰ بارہ بجے تک گھر ہونگے-

ہاجراں- بیٹا- نذیراں تو ہم سے آکر خوب لڑے گی-

سعید- یہ تو ٹھیک ہے- مگر بھائی جان تو بالکل ہی بدل چکے ہیں- خدا تعالےٰ کی کوئی خاص ہی رحمت ہے۔

ہاجراں- مولوی عبدالعزیز کا خدا دونوں جہان میں بھلا کرے- رات دن سمجھا سمجھا کر قرآن مجید سنا سنا کر بشیر کو ہمارے حق میں اتنا نیک بنا دیا ہے کہ مَیں خود حیران ہوتی رہتی ہوں- اور پھر اب صفیہ اور زہرہ کے پاس چلا گیا ہے- حالانکہ اُن کو سیدھے مُنہ بلانا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

سعید- خیر ہے امّاں جان! بھاوج کو بھائی جان خود سمجھا لینگے۔

ہاجراں- اچھا بیٹا- خدا مالک ہے- تم دونوں کو اللہ تعالےٰ رہتی دُنیا تک رکھے- بشیر پیدا ہُوا- تو نذیراں بھی آئی- اور پھر اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بچّوں والی ہے- اکبر مر گیا- مگر اُس کا نام تو باقی رہے گا۔

سعید- بھائی جان مجھ سے بڑا پیار کرتے ہیں- اگلے دن ماسٹر جی سے کہہ رہے تھے- کہ سعید کا خیال رکھا کرو- اور پھر مجھے اور انور دونوں کو شام کے وقت مسجد میں ساتھ لے کر جاتے ہیں۔

ہاجراں- اب تو بشیر گاہے گاہے اپنے باپ کی قبر پر بھی جاتا ہے۔

سعید- اگلے دن مَیں بھی ساتھ تھا- وہاں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے لگا پھر دُعا مانگی اور دُعا میں کافی دیر تک روتے رہے- پھر اُٹھ کر مجھ کو گلے لگایا- اور روتے رہے- مَیں بھی رونے لگ گیا۔

ہاجراں- بیٹا قرآن اور حدیث میں بھی عجب تاثیر ہوتی ہے- اور پھر مولوی عبدالعزیز کی اپنی نیکی کی برکت ہے- کہ جو اس کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ نیک ہو جاتا ہے- اگلے دن عائشہ- فتح بی بی- امام بی بی بھی بتاتی تھیں- کہ ہمارے بیٹوں کا رویّہ بھی اب ٹھیک ہو رہا ہے۔

سعید- اچھّا امّاں جان- مَیں پرسوں جلد ہی جانے کی کوشش کروں گا۔

ہاجراں- نذیراں تمہاری بڑی بہن ہے اسٹیشن پر ملتے ہی بہن کہہ کر سلام کہنا- اور رستے میں ہر طرح ادب سے باتیں کرنا-

(بدھ وار کو سعید انور کو کھیتوں کی طرف بھیج کر خود چھکڑا لے کر شاہ کوٹ چلا جاتا ہے- نذیراں آجاتی ہے- سعید اُس کو ملتے ہی سلام کہتا ہے- سعید کو جواب دیئے کے بغیر)

نذیراں- وہ کدھر مر گیا ہے؟

سعید (خاموش رہتا ہے)

نذیراں- مَیں پوچھتی ہوں- وہ خود کیوں نہیں آیا- اُس کو کیا ہُوا؟

ه - بہن جی خیر ہے - مَیں چھکڑا لایا ہوں - وہاں بڑ کے درخت کے نیچے ہسپتال کے قریب کھڑا ہے -

(سعید گٹھڑی اُٹھالیتا ہے - نذیراں اپنے لڑکے کو اپنی اُنگلی پکڑا کر اور چھوٹی بچّی کو گود میں اُٹھا کر چل پڑتی ہے)

نذیراں - (طیش میں آکر) میں کیا پوچھتی ہوں - تم نے مجھ کو کُتیا سمجھ رکھا ہے - بتاتے کیوں نہیں وہ کہاں گیا؟

سعید (اب مجبور ہوکر دبی زبان سے بتاتا ہے) بھائی جان تین دن سے صفیہ کے پاس گئے ہوئے ہیں -

نذیراں - (نذیراں کا رنگ فق ہو جاتا ہے جھلّا کر کہتی ہے) وہاں کوئی مرگیا ہے؟ صفیہ کے پاس گیا ہے ؟

(اب چھکڑے کے پاس آجاتے ہیں۔ چھکڑے پر سوار ہوکر جلدی جلدی گاؤں کا رستہ لیتے ہیں - رستے میں کچھ کچھ باتیں ہوتی ہیں -)

نذیراں - انّور کا کیا حال ہے ؟ مدرسہ جاتا ہے ؟

سعید - ہاں - بہن جی - ہم دونوں جاتے ہیں - مگر اب دس چھٹیاں ہیں - میں انّور کو کھیتوں میں ساتھ لے جاتا ہوں۔ ہم وہاں ہی شام تک پڑھتے رہتے ہیں

نذیراں - وہ صفیہ کے پاس کیوں گیا ہے؟ کب واپس آئے گا ؟

سعید - صرف ملنے گئے ہیں - امّاں جان سے تو یونہی کہہ رہے تھے - امید ہے جلد ہی واپس آئیںگے - شاید زہرہ کے پاس بھی چلے جائیں -

نذیراں - زہرہ کے پاس (چُپ ہو جاتی ہے) یہ کیا؟ پاگل تو نہیں ہوگیا -

(اب نذیراں غیظ و غضب میں پیچ و تاب کھا رہی ہے - تیوری چڑھی ہوئی ہے - سعید بھی خاموشی سے بیلوں کو جلدی جلدی گاؤں کی طرف لے جا رہا ہے - حتّےٰ کہ بارہ بجے کے لگ بھگ گھر پہنچ جاتے ہیں)

ھاجراں (باہر منتظر کھڑی ہے) بسم اللہ میرے بچّے آئے - بیٹی تم نے اتنی دیر رہ کر آنا تھا - وہاں سب خیریت تھی -

نذیراں - خیر ہے -

ھاجراں - میری بھین (یعنی نذیراں کی ماں) تندرست تھی ؟ میرے بھائی (نذیراں کا باپ) کا کیا حال تھا ؟

نذیراں - خیر تھی - لیکن اس کو کہاں بھیجا ہے ؟

ھاجراں - کہہ رہا تھا - بہنوں کے پاس جاؤں گا -

نذیراں - بہنیں ابھی کل یہاں سے ہی گئی ہیں - اُن پر کیا بھاری آگئی -

ھاجراں - (نذیراں کا جواب دیئے بغیر) بس آج کل ہی واپس آیا چاہتا ہے -

نذیراں - بھلا جانے کی کیا ضرورت تھی - بہن کے گھر میں بھائی کُتّا - سُسرال کے گھر میں جوائی کُتّا -

ھاجراں - بیٹی - بہنوں کے پاس بھائی جایا ہی کرتے ہیں - بھائیوں کی آمد تو پردیس بہنوں کے لئے عید کے چاند سے بھی زیادہ خوشی کا باعث ہوتی ہے

نذیراں - آج اُس کو بہنیں یاد آگئی ہیں وہی بہنیں ہیں جو گھر بار اُجاڑ کر نکلا کرتی ہیں -

ھاجراں - بیٹی - کئی دن کے بعد آئی ہو - کوئی پیار کی بات کرو - ہم تو پہلے ہی دُکھیا ہیں -

نذیراں - اب بھی دُکھیا ہو - تم یہی چاہتی تھیں - کہ بشیر رات دن صفیہ اور زہرہ کا نوکر بن کر رہے - سو وہی ہوگیا ہے - خدا ہی جانے - تُو نے کس جادو سے اُس کا سر پھیر لیا ہے -

ھاجراں - بیٹی ان بیچاریوں کا باپ مر چکا ہے - بھائی کے دل میں رحم آگیا ہوگا چلا گیا ہے -

نذیراں - اللہ کی مرضی لوگ کماتے بھی ہیں - کھلاتے بھی ہیں - لیکن ایسا ہوتے کبھی نہیں دیکھا - مَیں دیکھوں گی - کہ بہنوں کے گھر سے کیا جوڑے لے کر آتا ہے -

ھاجراں - نذیراں تیرا بھائی بھی تیرے گھر آتا ہے - بہنیں بھی آتی ہیں - ماں باپ بھی آتے رہتے ہیں - مگر تو اُن کو کیا خزانے دے کر رخصت کرتی رہی ہے - غریب گھروں میں یہی کپڑا لتّہ ہوتا ہے -

نذیراں - میرے بھائی بہنوں کا تیرے دل میں بڑا جلاپا ہے - اپنی ڈائنوں کا پتہ ہی نہیں کرتی ہو - کہ پہلے بھی لُوٹتی رہی ہیں اور اب بھی خدا جانے کیا کچھ دے کر اُس قسمت کے مارے کو بھیج دیا ہے -

ھاجراں - تو تُو لڑائی کا ارادہ کرکے آئی ہے - مجھ میں لڑنے کی طاقت نہیں وہ آئے گا - تو اُس سے لڑائی کر لینا -

نذیراں - مَیں لڑتی ہوں ؟ میرے پیچھے تیرا داؤ چل گیا - میرے سامنے جاتا - تو مَیں اس کے کپڑے پھاڑ دیتی - گھر کے برتن توڑ دیتی - یا اُس کے بچّوں کا گلا گھونٹ کر اپنے باپ کے گھر چلی جاتی -

ھاجراں - نذیراں - تو خدا کے فضل کو دھکّا دیتی ہے - غریبی کے دن کٹ گئے ہیں اب بھرے گھر کی مالک ہونے کے باوجود بھی وُہی کرتوت دکھا رہی ہے -

(اتنے میں ایک پڑوسن آجاتی ہے - اور اس کے پیچھے پیچھے ایک اور بھی آجاتی ہے)

حمیدہ (پڑوسن) بہن نذیراں آگئی ہو ؟ وہاں خیریت تھی ؟ بہن بھائی راضی خوش تھے ؟

نذیراں - خیریت تھی - اپنے گھر کی خیریت کہئے - بچّے راضی خوش ہیں ؟

دوسری پڑوسن - کوئی بیس دن کے بعد آئی ہو ؟

نذیراں - نہیں بہن دو دن کم مہینہ ہوگیا ہے - والدہ بیمار تھی - چھوٹی بہن بھی آئی ہوئی تھی -

حمیدہ - ایسے موقعوں پر لڑکیاں نہ آئیں - تو کون آئے - کہئے اب کیسے چھوڑ آئی ہو -

نذیراں - پہلے سے کافی آفاقہ تھا - ہم جب تک رہی ہیں - ہر وقت میٹھی چاپی کرتی رہی ہیں - مگر اب .....

دوسری پڑوسن - گھر میں اب آپ کی بھاوج خیال رکھے گی -

(نذیراں اپنی بھاوج کی شکایت کرتی ہے مگر اپنی ساس ہاجراں کے ساتھ اپنے ظالمانہ رویّے کی اصلاح کے لئے تیار نہیں)

نذیراں - نہیں بہن - میری بھاوج تو کسی ایسے کُتّے گھر کی ہے - کہ وہ ہر وقت تیوری چڑھائے ہی رکھتی ہے - اور میری ماں کے سر پر سوار ہی رہتی ہے - ماں باپ کی زندگی تک ہم آتے جاتے ہیں - اس کے بعد ہمارا کیا دھرا ہے -

حمیدہ - کچھ زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے - کہ ہر گھر میں لڑائی ہی لڑائی ہوتی رہتی ہے -

نذیراں - میری ماں تو بڑی نیک ہے - مگر بہو کچھ ایسی خود سر اور مُنہ پھٹ ہے کہ بات بات پر ٹوک چوک کرتی رہتی ہے -

دوسری پڑوسن - تیرا بھائی اگر سمجھدار ہُوا - تو ماں باپ کا خیال رکھے گا -

نذیراں - ابھی تو دو چھوٹے بھائی اور ایک بہن گھر میں بیٹھے ہیں - اُن کا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہ) شب قدر کے خصوصی انعامات صفحہ ۱۰ سے آگے)

جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کرامت کو دکھلا گئے۔ کہنے والوں کو یہ موقع بھی نہیں رہا۔ کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے۔ دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لئے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی۔ مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینہ میں

تجربہ اس حدیث کا مجاہد نہ سہی۔ مگر دینی طاقت و حلاوت کے مطابق نمونہ سلف ابھی تک موجود ہیں۔ اور حضور پر سچا اعتقاد کرنے والے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت وکام اتنے تک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سد راہ ہوتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اے ابن آدم تو میرے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہو گا۔ روز مرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

حدیث نمبر ۳:- حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے (اور عبادت میں مشغول ہے) دعائے رحمت کرتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں۔ (اس لئے کہ انھوں نے انسانوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری دے دی جائے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا۔ پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے عید (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں۔ میری عزت کی قسم۔ میرے جلال کی قسم۔ میری بخشش کی قسم۔ میرے علو شان کی قسم۔ میری بلندی مرتبہ کی قسم۔ میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔ بس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴:- حضرت عائشہؓ حضورؐ سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں شب سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا شب قدر کی تلاش ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷ اور ۲۹ویں راتوں میں کرنا چاہیئے۔ اگر مہینہ ۲۹ کا ہو۔ تب بھی اخیر عشرہ ہی کہلاتا ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے۔ لیکن اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جس کو جاگ کر گزار دینا اس شخص کے لئے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی نیت رکھتا ہو۔

حدیث نمبر ۵:- حضرت عبادہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ اس لئے باہر تشریف لائے "تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمائیں۔ مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھا لی گئی۔ کیا بعید ہے کہ یہ اٹھا لینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ جھگڑا اس قدر بری شے ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اٹھا لی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور فرمایئے حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے۔ یعنی جیسے استرے سے سر کے بال یکدم صاف ہو جاتے ہیں۔ آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ دنیادار جو دین سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ ان کا تو کیا ذکر۔ لمبی لمبی تسبیحیں پھیرنے والے دین کے دعوے دار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اول تو حضورؐ کے ارشاد کو دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں۔ جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ حضورؐ نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ اللہ اور اس کے سچے رسول کے ارشادات کا خیال۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نزاع مت کرو۔ ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ آج وہ لوگ جو دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں۔ اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت الگ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے۔ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو اللہ کے حضور میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے۔ مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے۔ یونہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب تک کہ صلح نہ ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔ مگر کافر اور جو کسی سے کینہ رکھے۔ ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ تین شخصوں کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ دراصل ہم لوگوں میں عوام کا تو ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفا کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی مجالس ان کے مجامع۔ ان کی تقریبات اس کینہ حرکت سے لبریز ہیں۔ دوسرا امر جو حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے وہ حکمت الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شب قدر کی تعیین کا اٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اٹھ جانا تھا لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لئے بہتر یہی ہو چنانچہ علماء نے اس کے اخفا میں بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان شریف کی عبادت میں حق تعالےٰ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر یہ اس قدر کوشش کر رہے ہیں۔ اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ دوسرے یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا نصیب نہ ہوتا۔ اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہے۔ اخفا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اس رات کا تعیین ہو جاتا تو بہت سے لوگ بس اسی رات کو عبادت کا اہتمام کرتے اور راتوں میں عبادت کی توفیق نہ ہوتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کئے بغیر اُن سے رہا ہی نہیں جاتا۔ اگر اس رات میں گناہ کی جرأت کی جاتی۔ تو سخت اندیشہ تھا۔ اس لئے حق تعالےٰ کی رحمت نے گوارا نہ کیا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ کرے۔ عادۃ اللہ کچھ یوں معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسم اعظم کو مخفی فرما دیا۔ اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے اس کو بھی مخفی فرما دیا۔ بہرحال شب قدر کو بھی اپنی ہمت و وسعت کے موافق تلاش میں سعی کرنی چاہیئے اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر آ جائے۔ تو پھر دنیا کی تمام نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ لیکن اگر میسر نہ بھی ہو۔ تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب عشا کی نماز

(بقیہ محسنۂ کائنات صفحہ ۱۶ سے آگے)

کاج رچانا ہے - ہاں بہن - اگر بھائی سمجھدار ہُوا - تو یہ سارے کام اپنے اپنے وقت پر پورے ہو جائینگے - ورنہ بُڑھاپے میں میرے والدین کا کون سہارا ہوگا -

حمیدہ - نذیراں - مَیں تم سے عمر میں کتنی بڑی ہوں - تم مجھ کو ماسی کہتی ہو - آج تم اپنی بھاوج کی شکایتیں کر رہی ہو - اور اپنے ماں باپ کی بیچارگی پر آہیں بھر رہی ہو - مَیں تم سے آج ایک سچّی بات کہتی ہوں - ناراض نہ ہونا -

نذیراں - نہیں - ماسی - نہیں - تیری باتوں سے میں کب ناراض ہوتی ہوں -

حمیدہ - بیٹی - اب ہاجراں نہیں سُنتی اُس کا خدا سُنتا ہے - (ہاجراں گھر میں نہیں ہے) تو کبھی کبھار ہاجراں سے لڑتی رہتی ہے - تیری نانِدیں بیچاری اپنے اپنے گھروں میں ہیں - اب اُس کا کون ہے؟ خاوند مرچکا ہے - اب وہ اپنے دل کی بھڑاس کہاں نکالتی ہوگی - سعید چھوٹا ہے - وہ بات سُن کر رو دیتا ہوگا - اب تو ہی بتا - کہ اگر ہاجراں کے ساتھ تیرا وہی سلوک رہے - تو اُس بیچاری کی زندگی اجیرن ہو جائے گی - لیکن اگر تو اپنی طبیعت میں کچھ تبدیلی پیدا کرنے کا ابھی سے ارادہ کرلے - ہاجراں کو ساس نہیں - آج سے اپنی ماں سمجھے - اُس کی اگلی پچھلی باتیں بھول جائے - تو مجھے پورا یقین ہے - کہ وہ اتنی سر پھری پھوہڑ نہیں ہے - کہ تجھ کو بیٹی سمجھ کر رات دن دُعائیں نہ دے -

بیٹی تیری بھاوج جب تیری ماں کو بات بات پر ٹوکتی ہے - اور تو ایک مہینہ رہ کر آئی ہے - خود ہی اندازہ کرلے - کہ تیرا دل کتنا جلتا ہے - اسی طرح صفیہ اور زہرہ کو جب خیال آتا ہوگا - کہ نذیراں گھر میں ہماری رانڈ ماں سے لڑتی رہتی ہے تو وہ کس قدر کُڑھتی ہونگی - لہٰذا مَیں تو کہوں گی کہ ہاجراں کو آج سے ماں سمجھ کر گزارہ کر - اگر اُس کی زبان سے کوئی سخت بات بھی نکل جائے - تو آخر وہ بشیر کی ماں ہے - تیرے بچّوں کو ہر وقت دُعائیں دیتی رہتی ہے -

نذیراں - ماسی اب تو بشیر بہنوں کے پاس گیا ہُوا ہے - دیکھئے کیا سونے کے کنگن لے کر آتا ہے -

(نذیراں کے دل میں حمیدہ کی نصیحت نے کوئی اثر نہیں کیا)

(اب پڑوسن چند باتوں کے بعد گھر کو چلی جاتی ہے - اور نذیراں اپنی سوچ بچار میں لگ جاتی ہے)

(بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۹ سے آگے)

ہے - وہ ہمارے درمیان بیرونی تعلیمی اداروں اور طبی انجمنوں کا قیام ہے - یہ ادارے تاثیر بخش انجام دہی اور طے شدہ چالوں سے ہماری صحیح تہذیب کی بنیادوں کو ہلا رہے ہیں - یہ تمام کچھ ہماری اپنی غفلت اور مجرمانہ لغزش کی وجہ سے ہے - کہ یہ ادارے مقبول ہو رہے ہیں - اور بہتر تعلیم اور طبی خدمت کے نام پر وہ مسلمانوں کو اُن کے اپنے مذہب سے پھرنے کی کوشش کر رہے ہیں - اگر ہم ان باتوں کا تنقیدی جائزہ لیں جو ہم نے ان بیرونی اداروں سے حاصل کی ہیں - ہم اپنی آزادی کی مکمل تباہی پائیں گے - تعلیم کے میدان میں ہم یہ پاتے ہیں کہ ہمارے بچے جن پر ہمارے مُلک کا انحصار ہے - وہ اپنی تہذیب اور اپنی روایات اور زبان سے بالکل بے بہرہ ہیں - یہ تمام تعلیم جو ان اداروں کے ذریعہ دی جاتی ہے - ہمارے مزاج کے خلاف ہے - ہم اپنے ملک میں اجنبی ہو رہے ہیں - ان اداروں کی پیداوار اپنا بہترین ماضی جاننے کی بجائے بیرونی تاریخ کو اچھی طرح جانتے ہیں - یہاں تک کہ مسلمان بچّوں کو مذہب (اسلام) پر اعتقاد کھونے کی ترغیب دی جاتی ہے - یہ خارجی طبی ادارے بھی اسی طرح بہت خطرناک ہیں - علاوہ اس کے کہ مسلمان بچّوں کو اُن کے مذہب سے پھسلایا جاتا ہے - وہ اُن کے اپنے اسلامی اداروں سے بھی دل برگشتہ کر دیتے ہیں - یہ ہمارے ملک کے لئے حوصلہ افزا نشانات نہیں ہیں - بلکہ غلامی کی ایک دوسری صورت کا باعث ہیں - پیشتر اس کے کہ ہماری قومی سلامتی اور مذہب کو مزید نقصان پہنچے - ہمارے لیڈر اور حکومت اس معاملہ میں سنجیدگی سے غور کرے - اور ہم کو جلد ہی ان اداروں کی حوصلہ افزائی جو امداد اور مراعات کی شکل میں دی جاتی ہے - بند کر دینی چاہئے - اور جو ہمارے عوام اُن کی امداد کرتے ہیں - اُن کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے - لیکن پیشتر اس کے کہ ہم کوئی ایسا قدم اُٹھائیں - یہ بہت ضروری ہے کہ ایسی ہی مراعات ہمارے قومی اور تعلیمی اور طبّی اداروں کو سہولتیں بہم پہنچائی جائیں - مَیں اب مسٹر مسعود سے اپیل کرونگا کہ وہ تمام خارجی اداروں چاہے وہ تعلیمی ہوں یا طبی کے خلاف اپنی مہم جاری رکھیں - قوم کی اُن کو مکمل حمایت حاصل ہوگی -

(ڈاکٹر الٰہی علوی وکٹوریہ روڈ کراچی)

آخری دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو سچّا مسلمان بنائے - اور حسب وعدہ اس خطّہ کو صحیح معنی میں پاکستان بنانے کی توفیق عطا فرمائے - اور اس مملکت میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ کرام والے اسلام کو بر سر اقتدار لانے کی توفیق عطا فرمائے - اور ہمارا پاکستان قیامت تک تابندہ - درخشندہ اور پائندہ رہے - آمین یا اِلٰہ العالمین -

ہفت روزہ خدام الدین "لاہور" کے متعلق تمام خط وکتابت اور ترسیل زر مینجر کے نام ہونی چاہیئے - خط وکتابت میں خریداری نمبر ضرور لکھیں -

بچوں کا صفحہ

شق القمر

(از مولوی عبد اللہ صاحب حیدر آبادی متعلم دار العلوم دیوبند)

صبح ہوتے ہوتے گھر گھر اس کا چرچا ہوگیا
جس نے یہ قصہ سُنا اس کو اچنبھا ہوگیا

عزیز بچو! شق القمر در اصل عربی جملہ ہے۔ جس کے معنی ہیں چاند کا پھٹ جانا یا دو ٹکڑے ہو جانا۔ یہی چاند جسے تم پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہو۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے سچ مچ چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ یہ سن کر تم بچے سے سوال ضرور کرو گے۔ کیا خود بخود ہو گیا تھا۔ یا کسی نے کیا تھا؟ آؤ ہم تمہیں اس کے متعلق جو واقعہ ہے سُنائیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اُمت میں ہم اور تم ہیں ان کے زمانہ میں **شق القمر** کا واقعہ پیش آیا تھا۔ یہ یاد رکھو کام کی بات ہے کہ چاند خود دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ہمارے نبیؐ نے خدا کے حکم سے چاند کے دو ٹکڑے کر دکھلائے تھے۔ جس کو آپ کا معجزہ کہا جاتا ہے اگر نبیؐ کے ہاتھوں کوئی ایسا واقعہ دیکھنے میں آئے جو قدرتی طریقوں کے خلاف ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی ولی یا پیر سے معمول کے بالکل خلاف کوئی واقعہ صادر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ معجزہ اور کرامت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ کوئی ولی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ نبیؐ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس لحاظ سے کرامت بھی معجزے کے برابر نہیں ہو سکتی۔

خیر یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے ہجرت کا زمانہ وہ کہلاتا ہے۔ جب مکہ کے مشرکوں نے ہمارے نبیؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی تو بحکم خدا آپ اپنے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ سن ہجری اسی زمانہ سے شروع ہوا۔

بات یہ تھی کہ جس طرح ہر نبیؐ سے لوگوں نے حجت کی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگوں نے نبی ہونے کی دلیل مانگی۔ آپ نے ہمیشہ دل کو لگتی ہوئی (یعنی معقول) بات پیش کی ہے۔ مگر کافر یعنی وہ جن کا مسلمان ہونے کا ارادہ نہ تھا۔ اتنے ضدی تھے کہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک رات جبکہ مکہ کے مشہور مقام منیٰ میں ہمارے نبی تشریف فرما تھے تو کافروں نے کہا۔ اچھا اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے ہمارے سامنے کر دیں تو ہم آپ کی رسالت و نبوت کو تسلیم کریں گے۔ اس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا۔ اپنی ٹھنڈی کرنوں سے زمین کے ذرے ذرے کو منور کر رہا تھا۔ بچو! ذرا سوچو تو سہی کہاں آسمان اور کہاں زمین کیا چاند کے دو ٹکڑے کرنا آسان کام ہے۔ ظاہر ہے بہت مشکل اور انسانی طاقت سے باہر ہے۔

بہر حال حضور نے کافروں سے پوچھا کہ اگر میں واقعی چاند کے دو ٹکڑے (بحکم خدا) کر دوں تو کیا تم سچ مچ ایمان لاؤ گے؟ کفار نے کہا۔ جی ہاں ہم اسلام قبول کریں گے۔

جب بات پکی ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی سے چاند کو اشارہ کیا۔ بس کیا تھا۔ سب نے اپنی اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔ کہ چاند کا ایک ٹکڑہ مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

سبحان اللہ مگر یہ کافر اتنے ضدی تھے کہ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے اور تاریخ کے اس عجیب و غریب واقعہ کو بھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ محمدؐ بڑا جادوگر ہے۔ اس نے ہماری نگاہوں پر جادو کر دیا ہے۔ مشہور ہے

بگڑتی ہے ظالم کی جس وقت نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

مگر اس کے برخلاف جس آدمی کی نیت پاک صاف ہو۔ وہ حق اور سچی بات کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مالا بار کے مہاراجہ نے اس معجزہ شق القمر کو دیکھ کر اسلام قبول کیا تھا۔

بچو غور کرو کہ کہاں مکہ۔ کہاں مالا بار۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو بات قابل تسلیم ہو۔ اُسے بلا چون و چرا مان لیا جائے۔ ورنہ سوائے نقصان کے اور کچھ پلے نہیں پڑتا ہے۔

(ماخوذ از رحمۃ للعالمین)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم { (۱) لاہور زیجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور زیجن بذریعہ چٹھی نمبری C - B - T/۲۷۳۰ - ۲۴۸۱ - مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے
فی پرچہ ۴ آنے

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا